قرآن کے جدید سائنسی انکشافات

پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

ایک نمایاں کامیابی تھی اور پھر اس نے ایک قانون وضع کیا جسے قانونِ تجاذب (Law of Gravitation) کہتے ہیں۔ اس قانون کے ذریعے جو قوت دو ذرات کے مابین ہوتی ہے، وہ براہ راست دو ذروں کی کمیت کے حاصل ضرب اور معکوس طریقہ سے (Inversely) دونوں ذروں کے مابین فاصلے کے مربع کے متناسب ہوتی ہے اور جوں جوں یہ فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے مثلاً نیوٹن نے بتایا کہ دو ذرات کے مابین فاصلہ تجاذبی قوت کو 4 گنا کم کر دیتی ہے، اگر فاصلہ تین گنا ہو جائے تو یہ قوت 9 گنا کم اور اگر فاصلہ چار گنا بڑھ جائے تو یہ قوت 16 گنا کم ہو جاتی ہے وعلی ھذا القیاس۔

ہمارا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر ہم کسی بھی بڑی عمارت کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو یہ قوتِ تجاذب ہم پر کسی قسم کا تجاذبی، کھنچاؤ نہیں کرتی یا ہمیں اپنی طرف نہیں کھینچتی۔ زمین جو کہ بہت زیادہ بھاری بھرکم اور ضخیم ہے، اس کی کمیت 5000 ملین ملین ملین ($5000x10^{0}x10^{0}x10^{0}$) ٹن ہے، ہم پر اثر انداز ہوتی ہے اور جو قوت ہم پر اثر انداز ہوتی ہے، اسے ہم وزن (weight) کہتے ہیں۔ اسے پونڈ یا کلوگرام یا کسی بھی اور مقدار میں ناپا جا سکتا ہے۔ آپ اس کا تصور یوں کر سکتے ہیں کہ اگر ہمارے پٹھے اوسط جسامت کے چار سیب اٹھائیں تو یہ قوت ایک پونڈ کے برابر ہوگی۔ اس کے لیے ایک اور قوت ڈائن (Dyne) بھی استعمال کرتے ہیں جو پونڈ سے 450,000 گنا کم ہے۔ اگرچہ کشش ثقل یا تجاذبی قوت ایک آدمی کے اردگرد بہت ہی کم بلکہ بعض اوقات تو نہ ہونے کے برابر ہے، لیکن بھاری اجسام کے درمیان بہت زیادہ ہوتی ہے، مثلاً نظام شمسی اور اس کے سیاروں کے درمیان۔ سورج کا زمین سے 9 کروڑ 30 لاکھ کا فاصلہ ہے، لیکن سورج کی زمین پر کشش ثقل 6 بلین ٹریلین ($6x10^{0}x10^{0}$) پونڈ ہے۔

خلائی سفر کے دوران خلانورد (Astronauts) بے وزنی (weight lessness) کی کیفیت میں ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ خلائی جہاز پر کوئی قوت عمل نہیں کر رہی ہوتی۔ یہ قوت خلانورد پر بھی اور جہاز کی تمام اشیا پر بھی جو بے وزن ہو جاتی ہیں، عمل کرتی ہے۔ اس مظہر کو خلانورد کا فری فال (Free fall) کہتے ہیں اور اس کا جہاز بھی فری فال کرتا ہے۔ اس مظہر کی بدولت جب خلائی جہاز خلا میں فری

Marfat.com

فالنگ (free falling) کی حالت میں ہوتا ہے تو جہاز کی تمام اشیاء بے وزن ہو جاتی ہیں۔ اس مظہر کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو سکا جب تک کہ جرمن نظریاتی طبیعیات دان البرٹ آئن سٹائن (1879ء تا 1955ء) نے اسے اپنے نظریہ اضافیت عمومی کی بنیاد نہ بنایا۔

کشش ثقل کے اہم خدوخال یہ ہیں کہ اسے روکا نہیں جا سکتا، یعنی کوئی ایسا میٹیریل نہیں ہے جو مخالف قوتِ تجاذب ہو۔ یہ قوت خلا (space) اور وقت (time) پر اثرانداز ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں خلا میں کجی یا خم (warped) آ جاتا ہے۔ کشش ثقل کائنات میں موجود ہے اس لیے نہیں کہ یہ طاقتور ہے بلکہ یہ تمام اشیاء پر حاوی (pervasive) ہے اور چونکہ اسے بے نظم (Chaotic) مادہ اولیٰ کو وسیع ساختوں (ستاروں، سیاروں، نظام شمسی، کہکشاؤں) میں ترتیب دینا تھا، پیشتر اس کے کہ دوسری قوتیں میدان میں آ جاتیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کمزور قوتیں بڑی یا جسیم ساختوں کو اور مضبوط یا طاقتور قوتیں چھوٹی ساختوں کو جنم دیتی ہیں۔

2- برق مقناطیسی قوت یا برق مقناطیسیت (Electromagnetism)

جیسا کہ آپ مطالعہ فرما چکے ہیں تجاذبی قوت ہمیشہ دو اجسام کے مابین ہوتی ہے لیکن برق مقناطیسی قوت وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں کہیں ایک جسم کے اوپر برقی چارج (بار، بجلی) موجود ہوتی ہے اور اسی طرح یہ صرف دو اجسام کے درمیان موجود ہوتی ہے، جب ان اجسام کو برقایا (electrically charged) جاتا ہے۔ عام حالات میں وہ اجسام جن کے ساتھ ہم رہتے ہیں وہ تعدیلی یا نیوٹرل ہوتے ہیں اور ان کے درمیان کوئی برقی قوتیں موجود نہیں ہوتیں۔ ہم اپنی سکول فزکس سے جانتے ہیں کہ دو اجسام کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑنے سے برقایا جا سکتا ہے یعنی ان میں برق (بجلی) پیدا کی جا سکتی ہے.....

ایک مظہر جو یونانیوں نے دریافت کیا تھا کہ ہم اپنے جسموں کو برقا سکتے ہیں جب ہم اپنے جوتوں کے تلوں کو کسی اونی دری یا قالین پر رگڑتے ہیں۔ پھر جب ہم دھاتی شے کو چھوتے ہیں تو ایک شرارہ (spark) نکلتا ہے۔ اسی طرح طوفان بادو باراں میں جب بادل ایک دوسرے سے رگڑ کھاتے ہیں تو ان پر برق (بجلی) آ جاتی ہے اور جب ان میں چارج زمین پر خارج ہوتا ہے تو روشنی کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ ایسے تمام مظاہر برق مقناطیسی

قوت کے نتائج ہیں۔ فطرت میں دو طرح کی باریں یا بجلیاں (charges) موجود ہیں۔ منفی بار اور مثبت بار، یہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں یا دور بھگاتی ہیں اور یہ اس بات پر منحصر ہے کہ وہ ایک طرح کی ہیں یا ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ اگر مثبت اور منفی بار برابر ہیں تو یہ جسم کو نیوٹرل بنا دیتی ہیں۔ جب عنبر (Amber) کے ٹکڑے کو فر (Fur) کے ساتھ رگڑا جائے تو فر کی منفی بار عنبر پر آ جائے گی اور اس کی منفی بار میں تھوڑا سا اضافہ ہو جائے گا اور اس کے برابر مثبت بار فر پر پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ عنبر پر فالتو بار اشیاء مثلاً کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچے گی۔ ایک برقی رو پیدا ہو جاتی ہے جب دھات کے ایک سرے پر مثبت چارج ہو اور دوسرے سرے پر منفی چارج ہو۔ مثبت چارج منفی چارج کو کھینچتی ہے اور اس طرح بجلی کی رو چلنا شروع ہو جاتی ہے، جسے ہم برقی رو (electric current) کہتے ہیں۔ ہماری گاڑیوں کی برقی بیڑیاں ایسی اختراعات ہیں جو کیمیائی طور پر مثبت اور منفی باروں کو الگ کرتی ہیں اور ان کو منفی اور مثبت قطبوں (Poles) پر ارتکاز (concentrate) کرتی ہیں۔ جب کسی دھاتی تار کے لچھے میں برقی رو بہہ رہی ہو تو وہاں پر مقناطیسی میدان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بار یا چارج حرکت میں ہوتی ہے تو مقناطیسی میدان پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر مقناطیس کو اس دھاتی تار کے لچھے (coil) کے اوپر حرکت میں لایا جائے یا پھیرا جائے تو اس میں بار پیدا ہو گی جس کے نتیجے میں برقی رو پیدا ہو جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ برق اور مقناطیست ایک دوسرے سے بہت تعلق رکھتی ہیں اس لیے "برق مقناطیست" کی اصطلاح پیدا ہوتی ہے۔ اپنے قارئین کے لیے مزید عام فہم بنانے کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ برق + حرکت، مقناطیست پیدا کرتی ہے اور مقناطیست + حرکت، برق پیدا کرتی ہے اور یہی دریافت برقی ٹیکنالوجی کی بنیاد ہے۔ ان دلچسپ دریافتوں کا سہرا ڈنمارک کے ماہر طبیعیات ہانس کرسچین اورسٹڈ (Hans Christian Oerstead, 1777ء تا 1851ء) اور برطانوی ماہر طبیعیات میکائیل فیراڈے (Michaol Faraday, 1791ء تا 1867ء) کے سر ہے۔

اورسٹڈ اور فیراڈے کی دریافتوں کو ممتاز ریاضیاتی طبیعیات دان کلارک میکسویل (1831ء تا 1879ء) نے ریاضیاتی طور پر ثابت کیا کہ برق مقناطیسی میدان لہروں کی

Marfat.com

صورت میں روشنی کی رفتار 186000 میل فی سکینڈ کے ساتھ خلا (Space) میں سفر کر سکتا ہے جو تیزی سے ارتعاشی برقی میدان اور ارتعاشی (cscillating) مقناطیسی میدان پر مشتمل ہوتی ہیں (یعنی لہریں مشتمل ہوتی ہیں)۔ ایسا متحرک مقناطیسی قوت کا میدان کسی برقی باروں کو یا مقناطیسی میدان کو جس سے اس کا واسطہ پڑتا ہے، اسے ارتعاش پذیر ہونے پر مجبور کرتا ہے اصل ارتعاشی بار کے ساتھ جو برق مقناطیسی لہر پیدا کرتی ہے۔ جب ریڈیو یا ٹیلی ویژن کو اون (On) کرتے ہیں تو سیٹ میں برقی سرکٹ اس طرح ترتیب میں آ جاتا ہے کہ وہ ریڈیو یا ٹیلی ویژن اسٹیشنوں میں برقی باروں میں ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔ جب ہم کوئی شے ٹیلی ویژن پر دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے ریٹینا (retina) کے اوپر برقی باریں، برق مقناطیسی قوت کے میدان کے جواب میں اس شے میں ارتعاشی باروں (charges) کے ذریعے پیدا ہو جاتی ہیں۔

برق مقناطیسیت قوت کا میدان حیران کن مظاہر کا موجب بنتا ہے۔ زندگی کے تمام تعاملات یا پروسس مثلاً غور و فکر کرنا (سوچنا) اور وہ تمام پروسس جن کا ذکر صفحہ 167 پر ہو چکا ہے مثلاً نظام انہضام، نظام تنفس، نظام تناسل، نظام عصبی، پٹھوں کے فعل، نمود و افزائش (growth)، جنسی فعل، تمام کیمیائی اور تمام بصری (optical) مظاہر اسی قوت کی بدولت ہیں اور وہ قوت جو ایٹم کی ساخت کی ذمہ دار بھی ہے، برق مقناطیسی قوت ہے جو کشش ثقل سے کہیں زیادہ طاقتور ہے اور ایٹم کے مرکزہ اور الیکٹرانوں میں موجود ہوتی ہے۔

3- مرکزائی قوت (Nuclear Force)

ہم جانتے ہیں کہ ایک ایٹم تین بنیادی ذرات پر مشتمل ہوتا ہے۔ پروٹان (مثبت بار)، الیکٹران (منفی[1] برق) اور نیوٹران (کوئی برق) نہیں ہوتی۔ الیکٹران سورج کے گرد ایسے محو گردش ہیں جیسے سیارے سورج کے گرد۔ برق مقناطیسی قوت جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، ایک لحاظ سے ایٹم کو یکجا (اکٹھا) رکھتی ہے اور الیکٹران جو مرکزۂ ایٹم کے ارد گرد گھومتے ہیں، کو بھی قابو میں رکھتی ہے، لیکن نیوکلیر قوت (مرکزائی قوت) ہے جو مرکزے کو اکٹھا رکھتی ہے، وہ کیسے؟ پروٹان کے اوپر مثبت چارج ہوتا ہے اور وہ مرکزہ میں ایک

[1] چارج کے معنی بار، برق یا بجلی ہے۔

Marfat.com

دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہیں مگر دور نہیں بھاگتے (مثبت[1] برق ہونے کی وجہ سے)۔ برق کے اصول کے مطابق تمام مثبت چارجز میں ری پلشن (repulsion) ہونی چاہیے، مگر ایسا نہیں ہوتا لہٰذا کوئی دوسری نہایت ہی مضبوط کشش (attractive) قوت ان کو تھامے ہوئے ہے (یا اگر ان کو کوئی مضبوط کشش قوت تھامے نہ رکھتی یہ پروٹان ایک دوسرے سے دور بھاگتے) شروع میں جو ایٹم بم بنے تھے، اُن کو پروٹونوں کی برقی دفع (electric repulsion) کی وجہ سے دھماکے کی قوت حاصل ہوئی تھی۔ 1911ء تا 1932ء تک سب سے بڑا چیلنج والا سوال ماہر طبیعیات کے لیے یہ تھا کہ وہ کون سی قوت ہے جو ایٹم کے مرکزہ کی قیام پذیری کی ذمہ دار ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو ایٹم کے مرکزے کو پھٹنے سے روکتی ہے؟ اس کا جواب 1932ء میں ملا جب نیوٹران دریافت ہوا جو کہ برقی طور پر ایک تعدیلی یا نیوٹرل ذرہ ہے جو پروٹان (مثبت بار) سے قدرے بھاری ہے اور ایٹم کے مرکزہ میں رہائش پذیر ہے۔

اس ضمن میں جو سائنسی تجربات ہوئے اس سے ظاہر ہوا کہ ایک نہایت ہی طاقتور قوت ایٹم کے مرکزائی ذرات کے مابین ہوتی ہے، اس کا حلقہ اثر (range) بہت چھوٹا ہے بمقابلہ دوسری قوتوں کے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ نیوکلیر قوت کے چھوٹے حلقۂ اثر کی وجہ سے ایٹموں کے مرکزے اثر پذیر نہیں ہوتے جب تک وہ ایک دوسرے کے بہت ہی قریب نہ آ جائیں۔ جب یہ قریب آ جاتے ہیں تو آپس میں کشش کی وجہ سے ایک دوسرے میں مدغم ہو کر ایک بھاری مرکزہ بنا دیتے ہیں۔ مادہ عام طور پر بہت ہی قیام پذیر (stable) ہے، لیکن یہ قیام پذیری مرکزہ میں محدود نہیں رہتی۔ جب ایک نیوٹران مرکزہ کے بہت قریب آتا ہے تو نیوکلیر قوت کے ذریعے وہ اس میں گھسیٹا جاتا ہے اور اس طرح مرکزہ میں توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ تابکار (radioactive) بن جاتا ہے یعنی بار شدہ ذرات چھوڑتا ہے یا دوسرے مرکزے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

جب ایک آزاد نیوٹران یورینیم یا پلوٹونیم مرکزہ میں داخل ہوتا ہے تو پھر مرکزہ کا انشقاق (fission) ہو جاتا ہے یعنی پھٹ جاتا ہے تو یہ ایٹم بم بن جاتا ہے۔ خوش قسمتی

---

[1] مثبت برق، مثبت برق کو منفی برق، منفی برق کو زور بھگاتی ہے۔

سے زمین پر زندگی کے لیے آزاد نیوٹران بالکل نایاب ہیں کیونکہ وہ ناقیام پذیر ہیں اور اگر ان کو آزاد رہنے دیا جائے تو وہ تقریباً آدھے گھنٹہ میں پروٹان میں تبدیل ہو جاتے ہیں یا الیکٹران میں یا نیوٹرینو (ایک اور ذرہ ہے میں)۔ لہٰذا آزاد نیوٹران کا اجتماع ناممکن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان کے اردگرد کثیر تعداد میں نیوٹران ہوتے اور وہ اس کے جسم کے اندر موجود کیمیائی عناصر کے ایٹموں کے مرکزوں میں داخل ہو کر اُن کو تبدیل کر دیتے، جس کے نتیجے میں ان مرکزوں کی تابکاری (radioactivity) اس کے جسمانی خلیوں کو تباہ کر دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نیوٹران بم تمام زندہ چیزوں کے لیے نہایت نقصان دہ ہے۔ برقی لحاظ سے نیوٹران تعدیلی یا نیوٹرل ہیں جو بہت پر اسرار ہیں۔ یہ روشنی کی رفتار پر سفر کرتے ہیں اور کائنات میں ہر جگہ موجود ہیں کیونکہ یہ نیوٹرل ہیں اور نہ صرف زمین کے اندر بلکہ سیاروں اور ستاروں میں بھی بآسانی سے داخل ہو جاتے ہیں۔

4- کمزور قوت یا کمزور باہمی کشش (Weak Force)

1979ء کا نوبل انعام برائے فزکس تین طبیعیات دانوں ڈاکٹر عبدالسلام (پاکستان) دو امریکی سائنسدانوں شیلڈن گلاشو (Sheldon Glashow) اور سٹیون وائن برگ (Steven Weinberg) کو کمزور[1] قوت کے بارے میں تحقیقات پر دیا گیا۔ ان سائنسدانوں کے نظریہ وحدت کی دریافت سے پہلے کمزور قوت کو فطرت میں موجود چوتھی قوت تصور کیا جاتا تھا۔ یہ قوت بہ نسبت دوسری قوتوں کے طبیعیات دانوں کے لیے ایک پر اسرار قوت تھی۔ کمزور قوت پروٹان، الیکٹران اور نیوٹرینو (ایک اور ذرہ) میں کارفرما ہے اور اسے ایسے موقعوں کے لیے ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے جن میں ایک پروٹان، ایک الیکٹران اور ایک نیوٹیرینو، ایک نیوٹران بنانے کے لیے ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔

کئی سالوں سے نظریات دانوں نے متذکرہ چار قوتوں کو متحد کرنے کی کوشش کی ہے یعنی ان کی کوشش رہی ہے کہ ان تمام قوتوں کو ریاضی کے ایک ہی فارمولے سے

---

1. The weark force is involred in the radioactive decay of certain kinds of nuclear particles.

ظاہر کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک صدی پہلے جیمز کلارک میکس ویل (James Clerk Maxwell) نے دکھایا تھا کہ برقی قوت اور مقناطیسی قوت دونوں ایک ہی ہیں اور اب ہم انہیں برق مقناطیسی قوت کہتے ہیں۔ آج سے 20 سال پہلے نظریہ دان برق مقناطیسی قوت کی شناخت کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور کمزور قوت کو انہوں نے اسے کمزور برقی قوت (Electroweak Force) کہا اور یہ ہر ایسے طریق کار کے لیے موثر ہوتی ہے جو بہت زیادہ توانائی پر رونما ہوں۔ کم توانائی پر برق مقناطیسی قوت اور کمزور قوت مختلف طریقے سے عمل کرتی ہیں۔ نظریات دانوں نے کمزور برقی قوت اور مضبوط قوت کو متحد کرنے کے لیے اونچی توانائی پر بھی طریقے معلوم کر لیے ہیں۔ اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ برق مقناطیسی قوت اور یہ کمزور قوت ایک ہی مظہر کے پہلو ہیں۔ چنانچہ اس قوت کی پر اسراریت کا معمہ بھی حل کر لیا گیا ہے اور اس تحقیق کے نتیجے میں 4 قوتوں کی بجائے 3 قوتیں رہ گئی ہیں اور ان نئے نظریات کو عظیم وحدت نظریات (Grand Unified Theories) یا مخفف میں جی یو ٹی (GUT) کہا جاتا ہے۔

جی یو ٹی (GUT) کا مطالعہ تجویز کرتا ہے کہ عظیم دھماکے (The Big Bang) کے تقریباً 10^{-35} سیکنڈ کے بعد کائنات پھیلی اور پھر ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی۔ کائنات (فطرت) کی قوتیں جن کا تفصیل سے آپ مطالعہ فرما چکے ہیں، ایک دوسرے سے الگ (علیحدہ) ہونا شروع ہوئیں جن سے بے پناہ توانائی خارج ہوئی اور جس نے کائنات کو 10^{20} اور 10^{30} گنا کے درمیان فیکٹر میں پھیلا دیا۔ آج جس کائنات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں اس کا حجم ایک ایٹم کے برابر تھا لیکن پھر وہ چاہ شاہ دانہ (cherry pit) کے حجم کے برابر پھیل گئی اور آہستہ آہستہ پھیلاؤ کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ہم یہ بات قابل مشاہدہ کائنات کے بارے میں کر رہے ہیں جو محدود ہے نہ کہ ساری کائنات کے بارے میں جو کہ لا محدود ہے۔

جب کائنات جوان اور گرم ترین تھی تو فطرت کی چاروں قوتوں میں تفریق یا شناخت مشکل تھی۔ جونہی کائنات پھیلنا اور ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی تو یہ قوتیں الگ الگ ہوتی گئیں اور کائنات کی جسامت میں یک دم پھیلاؤ کر دیا۔

سائنس دان بڑی محنت کر رہے ہیں کہ فطرت کی ان معلوم قوتوں کو ایک

Marfat.com

عالمگیر واحد قوت میں تبدیل کر دیا جائے جسے وہ آخر میں "وحدت" (UNITY) کہیں گے جو کائنات میں رونما ہونے والے ہر مظہر کو کنٹرول کرے لیکن متذکرہ بالا قوتوں میں سے ہر قوت کا اپنا اپنا حلقہ اثر یا فعل ہے، مثلاً مرکزائی قوت ایٹم کے مرکز پر حاوی ہے مگر ایٹم کے بیرونی حصے میں اس کا یا نظام شمسی میں اس کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ برق مقناطیسی قوت ایٹم کے مرکزہ اور ایٹموں کے الیکٹران اور ایک سالمے (molecule) کے ایٹموں کے درمیان فعال ہے لیکن مقابلتاً ایٹموں کے مرکزوں میں یا سیاروں کی حرکات میں غیر اہم ہے۔ تجاذبی قوت سیاروں اور ستاروں کی حرکات کو کنٹرول کرتی ہے، لیکن ایٹم کے اندر مرکزہ میں غیر اہم ہے۔ اب ہم اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے کہ ان قوتوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کے تصور سے کیا تعلق ہے؟

اللہ تعالیٰ کا تصور

سائنسی نقطۂ نظر

کیا اللہ تعالیٰ کی ذات فطرت کی معلوم قوتوں کے مجموعے کا نام ہے؟

اس سوال کا جواب نفی میں ہے؟ اگر ماہر طبیعیات فطرت کی تمام قوتوں کو ایک عالمگیر قوت یا قانون میں تبدیل کرنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو کیا وہ ہمارا خدا یا اللہ ہوگا جس کی بنی نوع انسان پرستش یا عبادت کرتی آ رہی ہے تو اسکا جواب ہے "نہیں۔" وہ ہمارا خدا نہ ہوگا۔ یہ فطرت کی قوتیں یا سائنسی قوانین تو فطرت کو سمجھنے میں محض ہماری اعانت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی دنیا کے درمیان کیا تعلق ہے؟ یہ تعلق انسان کی فکر سے بالاتر ہے لہٰذا یہ سوچنا ہی احمقانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دنیاوی قوتوں کا مجموعہ یا تالیف (synthesis) ہے۔ یہ قوتیں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ہیں۔ سائنسی تحقیق و تجربات تو ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ اس کائنات میں ایک فطری نظام ہے، ہم آہنگی ہے، ترتیب ہے اور اس میں وحدت (اکائی) ہے، تسلسل اور ایک طرح کی تدریجی ترقی ہے جس کی طرف یہ کائنات رواں دواں ہے۔

ایک قوت (force) کے اوصاف یا صفات (attributes) کیا ہیں؟ وہ صفات یہ ہیں کہ وہ اندھی ہے، بہری ہے، گونگی ہے، ظالم ہے اوراس میں دماغ یا ذہانت نام کی کوئی چیز نہیں۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں۔ جیسا کہ ہم قرآن حکیم کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا علم حاصل کرتے ہیں۔ ان صفات میں سے ایک اہم وصف یہ ہے کہ وہ غیب کا جاننے والا ہے وہ بھی جو ظاہر ہے اور وہ بھی جو ظاہر نہیں ہے، وہ رحمان ہے، رحیم ہے، بشیر ہے، نذیر ہے، علم کل ہے، رب العالمین ہے، خالق ہے، قادر مطلق ہے، ہمہ دان ہے، ہر جا موجود ہے، دانش کل ہے، ہر شے پر قادر اور مقدس ہے۔ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے نام ہیں اور ترمذی کی حدیث میں 99 ناموں یا صفات کا ذکر ہے۔ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی خوبصورت صفات بیان فرمادی ہیں، ملاحظہ فرمایئے سورۃ الاعراف 7 کی آیت 180 میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

ترجمہ: اور سب اچھے نام اللہ کے ہیں سو اس کو پکارو وہی نام لے کر اور اس کے ناموں میں جو کج راہ چلتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔

دوسرا ترجمہ: (کائنات علم و دانش میں) جتنے بھی حسن و خوبی کے نام ہیں سب اللہ تعالیٰ کو زیبا دیتے ہیں۔ اس خدائے عزوجل کو ان ہی سے پکارو اور جو لوگ اس کے اسماء میں (مثلاً کفار عرب) کج روی اختیار کرتے ہیں انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیجئے انہیں اپنی غلط فکری کی ضرور سزا ملے گی۔

ارشاد ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں، وہ نام لے لے کر اسے پکارو لیکن جو لوگ اس کے ناموں میں اپنی عقل چلاتے اور غلط طریقے اختیار کرتے ہیں، ان سے کچھ سروکار نہ رکھو، انہیں ان کے فعلوں کی سزا ملے گی۔ مزید ارشاد ہوا:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

ترجمہ: (اے رسول ﷺ!) کہہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام اچھے۔

دوسرا ترجمہ: (اے رسول ﷺ) ان سے کہہ دیجئے کہ اُس خلاق کائنات کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، کوئی سا نام لے کر پکارو جتنے اسمائے حسنیٰ (حسین و جمیل نام) ہیں سب اُسی کے ہیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 110)

اللہ کی صفتیں سب نرالی ہیں اور ہر ایک صفت کے لحاظ سے اس کا ایک علیحدہ نام ہے۔ اِن صفتوں میں سے ہر صفت مکمل اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ اسی کے مطابق اس کے نام بھی سب سے اچھے اور شاندار ہیں۔ یہ نام تمہیں بتا دیئے گئے ہیں اب تم اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، بات ایک ہی ہے۔

✕سائنس کی مجبوریاں

یہ فطرت کی قوتیں یا قوانین جن کا آپ نے مطالعہ فرمایا، محض ریاضی کے فارمولے ہیں اور ہمارے تجربات کو بیان کرتے ہیں، کائنات کو کنٹرول کرنے کے لیے کافی ہیں (یہ بھی محض مفروضہ ہے) لیکن بعض چیزوں کی تشریح و توضیح کرنے میں غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ سائنس ہر چیز کا مکمل بیان دیتی ہے مگر بعض حالات میں یہ ناممکن ہے۔ ان قوانین نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے تصور کے سلسلے میں ایک سائنسی ذہن رکھنے والے انسان کو مایوس کیا ہے یعنی خدا کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے اور شاید آئندہ بھی نہ بتا سکیں۔ سائنس کے اعداد و شمار، تحقیق و تجربات کوئی بنیاد مہیا نہیں کرتے کسی مافوق الفطرت شہادت کا کہ خدا موجود ہے، البتہ خدا پر ہمارا ایمان پختہ کرنے میں ہماری مدد و رہنمائی ضرور کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر خدا موجود ہے تو ساری فطرت کا اور فطرتی قوانین کا بھی خدا ہے۔ کائنات میں رونما ہونے والے مظاہر جن کی حقیقت سے سائنس روشناس ہو چکی ہے، وہ یہ ضرور بتاتے ہیں کہ فطرت خدا کی ایک سرگرمی ہے اور ہر قدرتی قانون اس سرگرمی کا ایک اصول ہے۔

Marfat.com

حذا کائنات میں معلوم قوتوں کا مجموعہ (Sum Total) نہیں ہے۔ یہ محض طبعی قوتیں ہیں اور کائنات میں تمام طبعی قوتوں کا مجموعہ بھی محض ایک طبعی قوت ہی ہو سکتا ہے۔ ایسی قوت جو قابل پیمائش و شناخت ہے مگر لامحدود خدا نہیں ہے۔ یہ کائنات جس میں یہ قوتیں کار فرما ہیں، محدود ہو سکتی ہے مگر خدا کی ذات لامحدود ہے۔ کائنات سے خدا کا تعلق کیسا ہے؟ یہ ہمارے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے اور یہ سائنس انسان کے لیے ایک مشعل ہے جو اس کے دماغ کو روشن کرتی ہے اور انسان کے عقیدہ یا مذہب میں یقین کو مضبوط بنا سکتی ہے، لیکن یہ سائنسی تحقیق کے ذریعے خدا کو نہیں پا سکتی۔ سائنس غیر شخصی اور غیر جذباتی ہے یعنی جذبات سے عاری ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم سائنس کے ذریعے فطرت سے فطرت کے خدا تک پہنچ جائیں۔ عظیم مذہبی تصور خدا کی ذات ہے جو خالق کائنات ہے اور ہر ارتقاء کا مبداء ہے اور خدائی روح سب میں موجود ہے۔ مذہب نے یہی تصور دیا ہے مگر خدا کا تصور سائنسی کائنات سے باہر ہے۔

مذہبی نقطۂ نظر

اسلام میں قرآن حکیم ایک مذہبی رہنمائی کی کتاب ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں گزاریں لیکن یہ عظیم کتاب اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان و یقین پیدا کرنے میں بھی ہماری معاون و مددگار ہے اور ہمیں کائنات میں رونما ہونے والے مظاہر اور عجائبات کا مطالعہ کرنے کی بھی دعوت دیتی اور ہماری رہنمائی فرماتی ہے۔ سورۃ آل عمران 3 کی آیت 191 میں یہ رہنمائی موجود ہے۔ ارشاد ہوا:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ: اور یہ اہل فکر و دانش وہ ہیں) جو ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں (خواہ) قیام میں ہوں (خواہ) قعود میں ہوں، خواہ پہلو بہ پہلو (کروٹ کروٹ لیٹے) ہوں، اور تخلیقات سماوی و ارضی میں غور و فکر کرتے ہیں (صدق دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ)

Marfat.com

اے ہمارے پروردگار (تیری تخلیقی عظمتوں پر ہم قربان جائیں) یہ (کارخانہ ہستی) تو نے بے کار (و بے مقصد) پیدا نہیں کیا تو پاک ہے۔ ہمیں نار دوزخ سے بچا لیجیئو۔

دنیائیں دو ہیں، ایک مرئی (Seen) دوسری غیر مرئی (Unseen)، یعنی ایک دنیا حاضر ہے اور دوسری غائب ہے۔ غیر مرئی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کا تصور، زندگی بعد از موت، فرشتے، جنات، دوزخ و جنت وغیرہ شامل ہیں۔ ان کا مطالعہ فلسفہ میں مافوق الطبیعیات (Mataphysics) کہلاتا ہے۔ سورۃ الانعام 6 آیت 103 کے مطابق ہم اپنی ان مخصوص آنکھوں سے خدا کو نہیں پا سکتے البتہ کشف، الہام، یا وحی Revelation ارتکاز، غور و فکر (Meditation) یا باطنی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں جسے قرآن حکیم میں "قلب" (دل) بھی کہا گیا ہے یعنی غائبؔ کی دنیا کو دل کے ذریعے دیکھ سکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں کئی بار ارشاد ہوا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

ترجمہ: وہ لوگ جو صاحب ایمان ہیں ان کے دلوں کو یاد الٰہی سے تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے طمانیت قلب حاصل ہوتی ہے۔

دوسرا ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سنتا ہے، دل اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں۔ (سورۃ الرعد 13، آیت 28)

پھر اشاد ہوا:

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ۝

ترجمہ: کیا انہوں نے روئے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا اگر وہ سیر فی الارض کرتے تو ان کے دلوں میں دانش برہانی کی روشنی ہوتی یا ان کے کانوں میں آیات الٰہی کی حسن سماعت کی طلب ہوتی۔ تحقیق شدہ بات تو یہ ہے کہ کافروں اور منکرین حق کی

Marfat.com

آنکھیں نور بصارت سے محروم نہیں ہو جاتیں بلکہ دل نور بصیرت سے بے نصیب ہو جاتے ہیں۔

دوسرا ترجمہ: تو کیا ملک کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھنے کے قابل ہوتے اور کان سننے کے اہل ہوتے سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں پر دل جو سینوں میں ہیں، وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

تیسرا ترجمہ: تو کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ ان کے "دل" ہوتے جن سے تعقل کرتے (یعنی سمجھتے) یا کان ہوتے جن سے سنتے کیونکہ در حقیقت آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ "دل" اندھے ہو جایا کرتے ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں۔

(سورۃ الحج 22، آیت 46)

یعنی دنیا میں چل پھر کر دیکھو (لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے) ان کی تباہی کے آثار تمہیں نظر آئیں گے۔ انہیں دیکھ کر تمہارے دل کی آنکھیں اور کان کھل جانے چاہئیں۔ بغیر ان کے کھلے ظاہری آنکھ اور کان بیکار ہیں۔ حقیقی اندھا پن دل کا اندھا پن ہے۔ ظاہری آنکھوں کے نہ ہونے سے آدمی اندھا نہیں ہوتا بشرطیکہ اس کے دل کی آنکھیں کھلی رہیں۔ اہل عرب کے نزدیک دل و دماغ ایک ہی شے ہے اور ان میں کوئی نمایاں فرق نہیں، کیونکہ جس شے کو دماغ تسلیم نہ کرے اس کو دل تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں خدا نے بھی "قلوب" کو تعقل کی جگہ فرمادیا اور قلب یعنی ذہن کو سینے میں رکھا ہے۔

معجزہ یا نشانی کوئی بیرونی نہیں بلکہ اندرونی ہے جو آپ کے دل، دماغ اور روح میں ہے اور اس کا تعلق آپ کے اندرونی تجربے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمین و آسمان کی روشنی ہے لہٰذا اگر آپ اللہ کی طرف رجوع کریں گے تو اس روشنی کا تجربہ ہو جائے گا اگر آپ توجہ نہیں دیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو مجبور بھی نہیں کرے گا۔ عربی زبان میں دل (قلب) ذہانت، فہم و ادراک کی فیکلٹی ہے اور محبت اور جذبات کی جگہ ہے۔ وہ جو اللہ کے پیغام کو رد کرتے ہیں، ان کی آنکھیں اور کان تو ہیں لیکن ان کے دل اندھے اور بہرے ہیں یعنی دلوں پر قفل (تالے) پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان لوگوں کی فہم و

ادراک والی فیکلٹی متحرک ہوتی تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت (Allah's Providence) نہ دیکھتے اور اگر وہ عقل سے سفر کرتے تو اپنے چاروں طرف اللہ کا غضب اور شہروں میں کھنڈرات نہ دیکھتے!

حاصل کلام

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایک طبعی قوت (physical force) اللہ تعالیٰ کی صفات حاصل نہیں کر سکتی اور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کو سائنس کی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ انسان صرف قلوب کے ذریعہ ہی غائب کا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ سائنس کا مقولہ ہے دیکھنا ہی یقین کر لینا ہے (seeing is believing) مگر مذہب کا مقولہ ہے یقین کرنا ہی دیکھنا ہے (believing is seeing)۔ مذہب خدا کا قول اور سائنس خدا کا فعل ہے لہٰذا دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ سائنس سے بالاتر مذہب ہے لیکن سائنس اور مذہب دو مختلف راستے ہیں جو ایک ہی سچائی یا حقیقت مطلق (Absolute Reality) یا خدا کی طرف جاتے ہیں، اب دیکھتے ہیں کون پہلے منزل پالیتا ہے؟

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

وجودِ باری تعالیٰ

ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی کہ ایک شخص نے اس کے قریب آکر خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق کوئی معقول ثبوت مانگا۔ بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا اور پوچھا کہ چرخہ کیوں نہیں چلتا؟ اُس شخص نے فوراً کہا کہ تم نے یہ خرچہ چلانا چھوڑ دیا ہے۔ بڑھیا نے کہا: جب ایک چرخہ کسی کے چلانے کے بغیر نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم نظام قدرت، زمین و آسمان، چاند ستارے وغیرہ کسی چلانے والے کے بغیر کس طرح چل سکتے ہیں؟

Marfat.com

ہاں خدا موجود ہے!

ڈاکٹر سمیول جانسن (1709 تا 1784) نہایت مشہور انگریز ادیب گزرے ہیں۔ آپ نے انگریزی زبان میں ایک عمدہ ڈکشنری بھی ترتیب دی تھی جو خاصی مقبول ہے۔ ان کے زمانے میں یورپ میں ملحدانہ خیالات کا بہت زور ہو گیا تھا۔ انہوں نے تردید الحاد کے متعلق ایک سوسائٹی قائم کی۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب اسی مضمون سے متعلق اپنی معرکتہ الآرا کتاب لکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک ایک ملحد آ گیا اور تردید الحاد سے متعلق تصنیف کا ذکر سن کر بہت ہنسا اور ڈاکٹر صاحب کا مذاق اڑایا۔ ڈاکٹر صاحب نے جو ایک غیر معمولی، طویل القامت اور کڑیل نوجوان تھے، اس ملحد کو اپنے جوتے سے ایسی شدید ضرب لگائی کہ اس کی زبان سے "اومائی گاڈ" (Oh my God) یعنی "ہائے میرے خدایا" نکل گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: یہ ہے وہ خدا جس کا تم ابھی انکار کر رہے تھے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

ساتواں باب

نیند کی سائنسی حقیقت

(اللہ تعالیٰ نے نیند آرام کے لیے بنائی ہے)

اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نشانیوں میں سے ایک نہایت واضح نشانی رات بھی ہے۔ قرآن حکیم میں کئی آیات میں رات اور دن کا ذکر آیا ہے۔ اگرچہ ان آیات کے سیاق و سباق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تو بے شمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں سے کہا گیا ہے کہ وہ رات اور دن کے آنے جانے کو ہی دیکھ لیں کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں؟ وہ رات کو آرام، چین اور سکون حاصل کرتے ہیں اور دن کی روشنی پیدا کی جس میں وہ اللہ تعالیٰ کا فضل (روزی) تلاش کرتے ہیں۔ پھر ان آیات کے آخر میں کہا گیا کہ "تم شکر کرو" یعنی اگر قیامت تک رات ہی رہتی، دن نہ چڑھتا تو نہ صرف انسانی زندگی بلکہ تمام مخلوق کا کیا حال ہوتا؟ ظاہر ہے وہ دن کی روشنی ناپید ہو جانے کی وجہ سے روئے زمین پر آہستہ آہستہ نیست و نابود ہو جاتے اور نہ صرف کارخانۂ حیات بلکہ نباتات بھی روئے زمین سے غائب ہو جاتیں، گویا قیامت سے پہلے ہی ایک قیامت آ جاتی۔ اسی طرح اگر دن ہی قیامت تک طویل ہو جاتا اور رات نہ آتی تو پھر بھی تمام حیات عصابی و نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو کر ختم ہو جاتی۔

نیند قدرت کی سب سے بڑی ایجاد اور زندگی کے لیے عظیم ترین عطیۂ خداوندی ہے۔ ان آیات الٰہیہ میں جہاں رات کا ذکر آیا ہے، وہاں "آرام" کا لفظ بھی ضرور آیا ہے۔ تمام جانداروں بشمول انسان، حیوانات، چرند و پرند سب کو نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخر ہم کیوں سوتے ہیں؟ اس سے ہمیں کیا آرام ملتا ہے؟ نیند کیا ہے؟ وہ ہم پر کیسے طاری ہو جاتی ہے؟ نیند کے بغیر انسان خستہ حال و پریشان ہو جاتا ہے اور کئی نفسیاتی اور جسمانی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ آخر کیوں؟ اس باب میں ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی۔

Marfat.com

اب آپ مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ فرمایئے جہاں رات کے ساتھ "آرام" کا ذکر کیا گیا ہے، ارشاد ہوا:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے رسول ﷺ کہہ دیجئے کہ دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لیے روز قیامت[1] تک طویل تر شب تار طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون معبود ہے جو تمہیں روشنی مہیا کر دے؟ کیا تم (حقائق حیات کی تفسیر) سنتے نہیں ہو؟ کہہ دیجئے دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لیے قیامت تک رہنے والا دن برپا کر دے تو اللہ کے سوا وہ کون معبود ہے جو تمہارے لیے "رات" لانے پر قدرت رکھتا ہو تاکہ تم اس میں سکون و آسائش (آرام) پاؤ۔ کیا تم (چشم بصیرت سے) دیکھتے نہیں ہو؟ اور اس کی رحمت کے کتنے نمایاں آثار ہیں کہ اس مدبر لیل و نہار نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات میں آرام پاؤ اور دن میں اپنے اللہ تعالیٰ کا فضل (تدبیر معیشت کرو) تاکہ تم شکران نعمت کرو۔

(سورۃ القصص 28، آیات 71 تا 73)

ارشاد ہے (کہ اے رسول ﷺ) تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ اگر سورج کا نکلنا بند ہو جائے یا اس کی روشنی ماند پڑ جائے اور سارے روشنی کے ذریعے مفقود ہو جائیں اور دنیا میں قیامت تک کے لیے ہمیشہ رات ہی چھائی رہے یا اس کے برعکس قیامت تک ہمیشہ دن ہی کا وقت رہے اور آرام و سکون کے لیے رات آئے ہی نہیں تو تمہارے بنائے ہوئے معبودوں میں سے کوئی ہے جو روشنی یا رات لا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اللہ کے سوا کسی میں قدرت نہیں۔ اتنی سی بات بھی تم نہیں سوچ سکتے یا تو اندھے ہو کہ تمہیں خود

---

[1] اس موضوع پر مصنف کی کتاب "کائنات اور اس کا انجام، قرآن اور سائنس کی روشنی میں" کا مطالعہ فرمایئے جو جنگ پبلشرز لاہور سے دستیاب ہے۔

نہیں سوجھتا یا بہرے ہو کہ بتانے سے بھی نہیں سمجھتے۔

اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے دن اور رات کے ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ آنے کا انتظام کر دیا تاکہ تم رات کو آرام کرو اور دن کو زندگی گزارنے کے اسباب جو اللہ نے اپنے فضل سے تمہارے لیے دنیا میں مہیا کر دیئے ہیں، تلاش کرنے کے لیے کام کرو۔ پھر ان انعامات پر اس کا شکر کرو۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ: (ارشاد ہوا) اللہ تعالیٰ (کی ذات) وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات کو تاریک (اندھیری و بے ہنگامہ) بنایا تاکہ تم اس میں آرام (سکون) سے سو سکو اور دن کو روشن (وسرگرم) بنایا تاکہ اس میں فرائض حیات سرانجام دے سکو۔ اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر فضل بے پایاں ہے لیکن اکثر لوگ شکر ان انعام الٰہی نہیں کر پاتے۔

(سورۃ المؤمن 40، آیت 61)

پھر ارشاد ہوا ہے:

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رات بنائی تاکہ اس میں آرام کریں اور دن دیکھنے کو بنایا، البتہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین کرتے ہیں۔

(سورۃ النمل 27، آیت 86)

ارشاد ہے کہ اگر وہ اس پر غور کر لیتے کہ ہم نے ان کی خاطر رات آرام کے لیے اور دن دیکھ بھال کر کام کرنے کے لیے بنایا تو وہ ہمیں مان لیتے۔ انہوں نے ان سے فائدہ اٹھایا لیکن ہمیں نہ پہچانا۔ ایمان والے سمجھتے ہیں کہ اس میں اللہ کی قدرت کی پوری نشانیاں موجود ہیں۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے رات کو تمہارے لیے لباس (پوشش، پردہ) بنایا، نیند کو موجب راحت اور دن کو وقت برخاست بنایا (اٹھ کھڑا ہونے کا وقت بنایا)۔
(سورۃ الفرقان 25، آیت 47)

ارشاد ہے کہ اللہ کو پہچانو تو رات اور دن کے فرق ہی سے پہچان سکتے ہو۔ رات ایک پردے کی طرح ہے جو انسان کو چاروں طرف سے ڈھانپ لیتی ہے اور لباس کی مانند اس پر لپٹ جاتی ہے، آدمی کاروبار چھوڑ کر ستاتا ہے اور نیند آ جاتی ہے تو ساری کلفت اور تکان دُور ہو جاتی ہے، اعضاء کو سکون ہوتا ہے اور اس سے بدن کو آرام پہنچتا اور راحت ملتی ہے۔ دن کو انسان پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ہر طرف چہل پہل ہو جاتی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات تو وہ (بلند و برتر ذات) ہے، جس نے رات کو تمہارے لیے سامان راحت بنایا اور دن کو (کاروبار کے لیے) روشن کیا، ہوش و گوش رکھنے والوں کے لیے ان میں نشانیاں ہیں۔
(سورۃ یونس 10، آیت 67)

تمام کائنات گردش میں ہے زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے آ جاتا ہے، اس میں دن ہوتا ہے اور جو سورج کے سامنے نہیں ہوتا، وہاں پر رات ہوتی ہے۔ دن اور رات میں نمایاں تغیر کی وجہ سے انسان دیکھتا ہے کہ کبھی رات ہے کبھی دن ہے، کبھی اندھیرا ہے تو کبھی اُجالا ہے تو اس کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ کیوں ہوتا ہے اور کون کرتا ہے؟ ظاہر بات ہے کہ یہ بلا سبب تو نہیں ہے۔ یہ سب نظام اللہ نے اپنی قدرت سے قائم کیا ہے اور اس کو اپنی معرفت کا نشان بنایا ہے اور ہوش و گوش رکھنے والوں کے لیے یہ نشانیاں ہیں۔

Marfat.com

آپ نے متذکرہ بالا تمام آیاتِ کریمہ میں مطالعہ فرمالیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو ہمارے لیے سامان راحت بنایا ہے۔ رات سے نیند کا گہرا تعلق ہے۔ یہ نیند ہے جو درحقیقت ہمارے لیے آرام و سکون کا باعث ہے۔ نیند جسے ہم میٹھی نیند بھی کہتے ہیں، جو تازہ دم کر دیتی ہے اور ہم سب نیند کے آگے بے بس ہیں، یہ کیا ہے؟ آخر ہم کیوں سوتے ہیں؟ ہم اپنی زندگی کا 1/3 حصہ تقریباً 25 سال (اوسطاً) نیند میں گزار دیتے ہیں۔ صدیوں سے ایسے سوالات انسانی ذہن میں اُبھرتے رہے ہیں۔ تجربہ گاہوں میں نیند پر تجربات ہو رہے ہیں اور بعض نتائج حتمی ہیں لیکن نیند پر اسرار ہے، ایک سربستہ راز ہے۔ دنیا بھر کے ماہرین نفسیات ایسے تجربات میں مشغول ہیں جن سے کچھ پرانے اسرار سے پردہ اٹھ رہا ہے، مگر اب بھی کئی اسرار سے پردہ اٹھنا باقی ہے اور اس صدی میں یعنی اکیسویں صدی میں سائنسدانوں کے لیے جو موضوع ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے، وہ ہے "نیند" لیکن اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سائنسدان آج تک نیند کا بھید بالکل نہیں پا سکے۔ جزوی طور پر بلکہ کافی حد تک بعض پوشیدہ باتیں منظر عام پر آ رہی ہیں۔

جدید سائنسی تجربات

انسان جب سو رہا ہوتا ہے تو اس کے دماغ سے لہریں نکل رہی ہوتی ہیں، چنانچہ ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جو ان لہروں کو ریکارڈ کرتے ہیں اور ساتھ ہی سونے والے کے عضلات کی حرکات کو بھی ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ نیند کا مشاہدہ کرنے والے ماہرین نے سوئے ہوئے آدمی کا مشاہدہ کرنے اور ایک وقفے کے بعد اٹھانے سے ایسی باتیں دریافت کی ہیں جن کا ہزاروں سال پہلے قطعاً علم نہ تھا یا علم نہ ہو سکا یعنی ہماری عقلِ سلیم (common sense) نے بھی ہماری رہنمائی نہ کی۔ اب ہم تجزیہ کرتے ہیں کہ نیند کے بارے میں مندرجہ ذیل بیانات غلط ہیں یا درست؟ (یاد رہے کہ یہ بیانات جدید سائنسی تجربات و مشاہدات سے پہلے کے ہیں)۔

1- بوڑھے، جوانوں یا بالغ لوگوں کی نسبت زیادہ سوتے ہیں۔
2- دو یا تین روز کی شب بیداری کے بعد (مختصر عرصہ کے لیے) ایک شخص کی

کارکردگی یا دماغی کام متاثر ہوتا ہے۔

3- جو لوگ سوتے وقت کوئی خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں ان کے اعضا کی حرکت خواب کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے یا خواب کے مطابق ہوتی ہے۔

4- جو لوگ خواب خرام ہوتے ہیں یا نیند میں چلنے کے عادی ہوتے ہیں، وہ اپنے خواب کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

5- نیند کے ماہرین یہ تجویز کرتے ہیں کہ کبھی کبھار نیند کی گولی استعمال کر لی جائے تاکہ بے خوابی (Insomnia) کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔

6- وہ خواب جو ہم صبح بیدار ہونے سے پہلے دیکھتے ہیں (یا دیکھ رہے ہوتے ہیں) وہ ان خوابوں کی مانند ہوتے ہیں جو ہم سونے کے فوراً بعد دیکھتے ہیں۔

7- کچھ لوگ ہر رات کو خواب دیکھتے ہیں، بعض شاذ و نادر خواب دیکھتے ہیں۔

جدید تحقیق کی روشنی میں مندرجہ بالا تمام بیانات غلط یا جھوٹ ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کیوں؟

دن کا تواتر یا ردہم (rhythm) زندگی کے تواتر کے متوازی ہے۔ ہمارے جسم 24 گھنٹوں کے دن اور رات کے دور کے ساتھ ایک حیاتیاتی گھڑیال (Biological Clock)، جسے سرکاڈین ردہم (Circadian Rhythm) کہتے ہیں، کے ذریعے "ہم وقت" (Synchronize) ہوتے ہیں یعنی ہمارے جسم 24 گھنٹوں کے دن اور رات کے ساتھ "ہم وقت" ہوتے ہیں جو ایک حیاتیاتی گھڑیال ہے جسے "سرکاڈین ردہم" کہتے ہیں۔ یہ لاطینی زبان کا لفظ ہے جس میں سرکا "Circa" کے معنی ہیں "کے متعلق" اور ڈیز Dios کے معنی "دن" کے ہیں۔ مثال کے طور پر، ہمارے جسم کا درجہ حرارت بڑھتا ہے، جونہی صبح نزدیک آتی ہے، دن کے وقت یہ زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت پر ہوتا ہے اور پھر ہمارے سونے سے پہلے گرنا شروع ہو جاتا ہے اور اس حیاتیاتی گھڑیال میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ جب وہ ہمارے جسم کو کہتا ہے کہ "اب سو جا"۔ مگر زیادہ دیر تک رات کو جاگتے رہنے کی وجہ سے یا اگر ہم بین براعظمی ہوائی سفر کر رہے ہیں تو ظاہر ہے ہماری نیند کا دور (cycle) تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ اس میں مداخلت ہو جاتی ہے۔ تمام جانور، چرند پرند بھی

Marfat.com

سوتے ہیں بعض کم بعض زیادہ بلکہ بعض تو 24 گھنٹوں میں 18 گھنٹے سوتے ہیں۔

نیند کے دوران بھی ایک حیاتیاتی ردہم (Biological Rhythm) ہوتا ہے، ہم رات سوتے ہوئے نیند کے پانچ واضح مراحل میں سے گزرتے ہیں اور اس حقیقت کو 1952ء میں دریافت کیا گیا، اس سے پہلے اس کا قطعاً علم نہ تھا۔ کہانی کچھ یوں ہے:

نیند پر تحقیق کی کہانی

امریکی یونیورسٹی شکاگو کے ایک گریجویٹ طالب علم (جسے عموماً ریسرچ سٹوڈنٹ کہتے ہیں)، جس کا نام یوجین ایزرینسکی (Eugene Aserinsky) تھا، کا آٹھ سالہ بیٹا اَرمنڈ ایزرینسکی (Armond Aserinsky) سونے کے لیے اپنے بستر پر گیا، غالباً سو گیا تو اس کا باپ ایک آلے کو ٹیسٹ کرنا چاہتا تھا، جسے Electroencephalograph کہتے ہیں اور جسے وہ دن بھر مرمت کرتا رہا تھا۔ اس نے اس آلے کے برقیروں (Electrodes) کو اپنے بیٹے کی آنکھوں کے قریب لگا دیا تاکہ وہ برقی رو کی پیمائش کر سکے جو سوئے ہوئے انسان کی آنکھوں کے گھومنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس کی مشین اچانک بے قابو ہو گئی ہے اور اس نے گراف پیپر کے اوپر ٹیڑھا میڑھا (zigzag) گراف بنانا شروع کر دیا۔ ایزرینسکی نے سوچا کہ شاید اس کی مشین ابھی ٹھیک نہیں ہوئی، لیکن جوں جوں رات گزرتی گئی یہ سرگرمی (activity) وقتاً فوقتاً رونما ہوتی رہی۔ اسی کے ساتھ اس نے مشاہدہ کیا کہ اَرمنڈ کی آنکھیں جھٹکے سے تیز تیز حرکات بھی کرتی تھیں۔ انگریزی میں اس صورت حال کو (rapid eye movement) کہتے ہیں جسے مخفف کر کے آر ای ایم (REM) نیند کہا جاتا ہے۔ جب ایسی صورت حال کے دوران اَرمنڈ کو نیند سے جگایا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ خواب دیکھ رہا تھا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا بالغ لوگوں میں بھی نیند کے دوران یہی صورتِ حال ہوتی ہے، اس نے اپنے ایک رفیق کار Nathaniel Kleitman کے ساتھ مل کر 1960ء میں ایسے طریقے ایجاد کیے جس سے نیند کے دوران ساری کیفیت واضح ہو جاتی ہے اور سوئے ہوئے آدمی کی نیند کے مراحل کے مشاہدے کے لیے اسی کے طریق کار کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ نیند پانچ مراحل میں

Marfat.com

سے گزرتی ہے۔ تحقیق کنندہ سونے والے شخص کے سر کے اوپر (کھوپڑی پر) ایک برقیرہ اور آنکھوں کے کونوں کے ساتھ برقیرے ٹیپ کر دیتے ہیں۔ کھوپڑی والا برقیرہ دماغی لہروں کو اور دوسرے برقیرے آنکھوں کی تیز تیز حرکات (جب انسان نیند میں چلا جاتا ہے) کی پیمائش کے لیے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ آج کل دوسری اختراعات بھی استعمال ہوتی ہیں جو خوابیدہ شخص کے دل کی دھڑکن، سانس کی رفتار، عضلات میں تناؤ اور جنسی بیداری وغیرہ نوٹ کرتی ہیں۔

نیند کے مراحل

نیند کے پانچ مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ: جب آپ بستر پر لیٹ جاتے اور سونے کی خاطر آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو آلہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے تنفس کی شرح کم ہو جاتی ہے، آپ کے دماغ کی لہریں مزید آہستہ ہو جاتی ہیں۔ وہ پہلے مرحلے کی نیند کی بے ترتیب لہریں دکھاتا ہے یعنی دماغی لہریں پہلے مرحلے کی نیند میں ست پڑ جاتی ہیں اور یہ حالت دو منٹ تک رہتی ہے۔ یہ صورتِ حال ایسی ہوتی ہے کہ آپ کو خیالی یا غیر حقیقی تصورات یا خواب کی باتوں کا تجربہ ہوتا ہے جو وہم یا فریب نظر (hallucination) کی مانند ہوتی ہیں۔ اس مرحلے کو کچی نیند بھی کہتے ہیں۔ پھر آپ دوسرے مرحلے میں چلے جاتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ: اس میں آپ کو گراوٹ (گرنے) کا احساس ہوتا ہے (جیسے آپ گہرائی میں جا رہے ہوں)۔ اس مرحلے میں آپ کا جسم ایک ہلکا سا جھٹکا محسوس کرتا ہے یا اسے بے وزنی کی کیفیت میں تیرنے کا احساس ہوتا ہے۔ آپ مزید پر سکون ہو جاتے ہیں اور اس مرحلے میں تقریباً 20 منٹ تک رہتے ہیں۔ دماغی لہروں کی سرگرمی میں تیزی آ جاتی ہے مگر اس مرحلے میں آپ کو بغیر کسی مشکل کے بیدار کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا اور تیسرا مرحلہ: پھر آپ نیند کے دوسرے اور تیسرے مرحلے میں (چند منٹ بعد) چلے جاتے ہیں۔ تیسرے مرحلے سے شروع کرتے ہوئے چوتھے مرحلے تک دماغ سے بڑی مگر سست لہریں خارج ہوتی ہیں، جنہیں ڈیلٹا لہریں (Delta Waves)

Marfat.com

کہتے ہیں اور ان دونوں مرحلوں کو ملا کر ڈیلٹا نیند کہا جاتا ہے یہ مرحلہ تقریباً 30 منٹ تک رہتا ہے اور ان مراحل میں آپ کو جگانا دشوار ہوتا ہے۔ یہی وہ مراحل ہیں جن میں کوئی خواب خرام چلنا شروع کر سکتا ہے (ضروری نہیں ہر شخص چلنا شروع کر دے)۔ اسی کیفیت میں بچے بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں۔ یہ گہری نیند بھی کہلاتی ہے خصوصاً مرحلہ 4 کی نیند اور اس گہری نیند میں دماغ کچھ ایسی تحریک پیدا کرتا ہے کہ ہم بستر پر کروٹیں لینا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سرگرمی بھی دماغ ہی کنٹرول کرتا ہے مگر ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ ہم بستر سے گر پڑیں۔ نزدیک سے گزرتی ہوئی گاڑی کا شور ہماری اس نیند میں خلل نہیں ڈال سکتا لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز اس میں خلل ڈال سکتی ہے۔ (شاید ایسا قدرت کی طرف سے ہو کہ ماں بچے کی آواز سن کر جاگ جاتی ہے)۔ ایک گھنٹہ گہری نیند میں گزرنے کے بعد ایک عجیب و غریب چیز رونما ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ہم گہری نیند میں رہنے کی بجائے نیند کے مراحل کی سیڑھی پر چلنا شروع کر دیتے ہیں، یعنی چوتھے سے تیسرے مرحلے اور پھر تیسرے مرحلے سے ہم نہایت ہی دلچسپ نیند کے دَور (phase) میں داخل ہو جاتے ہیں جسے آر ای ایم (REM) نیند کہا گیا ہے اور اس کیفیت میں آپ 10 منٹ رہتے ہیں اور دماغ کی لہریں مزید تیز ہو جاتی ہیں، بالکل اسی طرح کی جب آپ کچی نیند میں ہوتے ہیں یعنی پہلے مرحلے کی نیند میں ہوتے ہیں اور تقریباً آپ جاگ ہی رہے ہوتے ہیں، لیکن پہلے مرحلے کی نیند کے برعکس آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، تنفس کی شرح بڑھ جاتی ہے اور بے ترتیب ہوتی ہے اور ہر آدھے منٹ کے بعد آپ کی آنکھیں پپوٹوں کے نیچے گھومتی ہیں۔ مشاہدہ کرنے والا سوئے ہوئے آدمی کی آنکھوں کا یہ مشاہدہ آسانی سے کر سکتا ہے۔ یہ نیند کا پانچواں مرحلہ ہے اور حیرانی کی بات ہے کہ سائنس 1952ء سے پہلے "آر ای ایم" نیند سے قطعاً نابلد تھی۔

کیا سوئے ہوئے انسان کی آنکھوں کی حرکت یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے، ایسے ہی جیسے کوئی پردہ سکرین پر فلم دیکھ رہا ہو یا وہ کوئی پرائیویٹ مووی دیکھ رہا ہو، نہیں! ایسی قطعاً کوئی بات نہیں۔ اس پر بھی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ سونے والے کے محرک اعصابی نظام (nervous system) کو منعکس کرتی ہیں۔ چنانچہ جوں جوں

رات گزرتی جاتی ہے نیند کا یہ چکر اپنے آپ کو ہر 90 منٹ کے بعد دُہراتا ہے۔ گہری نیند کا چوتھا مرحلہ مختصر ہو جاتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے اور پھر "آر ای ایم" نیند کا مرحلہ بتدریج طویل ہو جاتا ہے۔ نیند کے اس چکر کا اوسطاً 20 تا 25 فی صد تقریباً 100 منٹ تک "آر ای ایم" نیند ہوتی ہے اور اس کا مطلب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ کبھی خواب نہیں دیکھتے، وہ تقریباً سال میں 600 گھنٹے 1500 خواب دیکھنے میں صرف کرتے ہیں۔ اب ہم اس سوال پر پہنچ گئے ہیں کہ آخر ہم سوتے کیوں ہیں؟

آخر ہم سوتے کیوں ہیں؟

نیند کے بارے میں قرآن حکیم کی آیات کا دوبارہ مطالعہ فرمایئے جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا کہ نیند انسان کے آرام و سکون کے لیے بنائی گئی ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جسے آج کی سائنس اپنے تجربات و مشاہدات کی بنیاد پر تصدیق کر رہی ہے۔ سائنس کے انکشافات کے حوالے سے یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ نیند ہماری زندگیوں کا 1/3 حصہ کمانڈ کرتی ہے۔ نیند سے محرومی ہم بری طرح محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے جسم ایک خاص وقت پر نیند کی خواہش رکھتے ہیں اور تکیے پر سر رکھتے ہی ہم نیند کی وادی میں چلے جاتے ہیں، ظاہر ہے ہمیں نیند کی ضرورت ہوتی ہے، آخر کیوں؟ کہنے کو تو یہ بڑا آسان سوال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کئی دن تک لوگوں کو جاگتے رہنے دیجئے، پھر دیکھئے وہ کس طرح خستہ و پریشان حال ہوتے ہیں۔ اگر نیند نہ آئے یا نیند پوری نہ ہو تو یہ ہمارے جسم اور دماغ کو متاثر کر دیتی ہے اور کام کاج کے دوران ہم غنودگی کی حالت میں رہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نیند کی کمی آپ کو طبعی طور پر نقصان پہنچائے گی؟ کیا یہ قابل غور حد تک آپ کی حیاتیاتی کیمیائی یا جسمانی اعضا کو متاثر کرتی ہے؟ کیا نیند کے بغیر آپ ذہنی طور پر بے ترتیب و منتشر ہو جائیں گے؟

یہ بات مصنف کے مطالعہ میں آئی ہے کہ جنگ عظیم کے دوران نازی کیمپوں میں مقید افراد کو کئی دن تک تیز اور شور و شغب کے ذریعے جگائے رکھا جاتا تھا جس سے ان کا اعصابی نظام تباہ ہو جاتا تھا، انہیں دن میں تارے نظر آتے تھے۔ ان افراد کی ایسی

Marfat.com

روحوں سے "بالمشافہ ملاقات" ہو جایا کرتی تھی، جنہیں وفات پائے ایک زمانہ گزر چکا ہوتا تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ویسے بھی آج کل چکا چوند روشنیوں، ٹی وی سیٹوں اور شفٹ ورک وغیرہ سے لوگ بے خوابی کا شکار ہو گئے ہیں۔ تاہم بے خوابی کے مزید برے اثرات میں شامل ہیں: تخلیقی قوت میں کمزوری، ارتکاز میں کمی، قوت مدافعت میں کمی، بیماریوں کے خلاف مزاحمت میں کمی، رعشہ، ہاتھوں میں لرزہ، طبیعت میں چڑچڑاپن وغیرہ۔ بعض کام مثلاً ٹرک ڈرائیونگ اور ایئر ٹریفک کنٹرول سے متعلقہ لوگوں پر تو تباہ کن اثرات ثابت ہو سکتے ہیں۔ رات کو دیر تک جاگنے سے آپریٹر عموماً اونگھنے کی کیفیت میں ہوتے ہیں اور کئی حادثات کا باعث بنتے ہیں، مثلاً بھارت میں بھوپال کی فیکٹری یونین کاربائیڈ میں تباہی اس وقت ہوئی جب آپریٹر اونگھ رہے تھے، مگر ان سب باتوں کے باوجود یعنی نیند کے بغیر منفی اثرات کے باوجود ایک 17 سالہ لڑکے رینڈی گارڈنر (Randy Gardner) نے گیارہ روز مسلسل جاگ کر اپنا نام گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ (Guinness Book of World Record) میں درج کروالیا، البتہ وہ اس کے لیے حرکت میں رہا یعنی چلتا رہا اور بیداری کی آخری رات ایک کھیل بھی جیتا اور وہ بھی اسی محقق سے جیتا جو اس پر تحقیق کر رہا تھا۔ پھر وہ 15 گھنٹے سویا اور جب اٹھا تو بالکل تازہ دم تھا۔ اس کے برعکس ایک 52 سالہ آدمی نے آہستہ آہستہ سونے کی صلاحیت ضائع کر دی (بلکہ ضائع ہو گئی) اور وہ بری طرح تھک گیا تھا، دماغی طور پر منتشر ہو کر وہ بعض اوقات خواب کی سی کیفیت میں چلا جاتا تھا مگر اس کے دماغ کی لہریں نیند کی نہیں ہوتی تھیں۔ آخر یہ پریشان حال شخص 9 ماہ بعد وفات پا گیا اور ایسا نہ سونے کی وجہ سے ہوا چنانچہ بعض واقعات میں دماغی طور پر بیمار لوگ اپنی سونے کی اہلیت ضائع کر دیتے ہیں جس کے نتائج انتہائی خوفناک ہوتے ہیں۔

ہم کیوں سوتے ہیں؟ سائنس کے پاس بہت کم جوابات ہیں۔

شاید نیند جسمانی ریشوں کو، خاص طور پر دماغ کے ریشوں کو بحال کرتی ہے۔ نیند نشوونما کے طریق کار میں بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے اور ایسا کرنے کے لیے غدہ نخامیہ (pituitary gland) گہری نیند کے دوران ایک بڑھوتری ہارمون (growth

Marfat.com

(hormone چھوڑتا ہے۔ بالغ لوگ جب بوڑھے ہونے لگتے ہیں تو وہ نیند کے دوران بہت کم مقدار میں ہارمون چھوڑتے ہیں اور وہ گہری نیند میں بھی بہت کم وقت صرف کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سونے والے کا نچلا جسمانی درجہ حرارت دن کے اوقات کے لیے توانائی کو محفوظ کرتا ہے۔ جہاں تک نیند کے معمے کو حل کرنے کا تعلق ہے، یہ دریافتیں محض ابھی ابتدا میں ہیں۔ امید ہے کہ موجودہ اکیسویں صدی میں نیند کے اسرار کو سمجھنے کے لیے مزید پیش رفت ہوگی۔ نیند کو بیان کرتے وقت کہ اس سے انسانی جسم کیسے راحت حاصل کرتا ہے؟ عموماً لفظ "شاید" استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مصنف نے اوپر ابتدائی جملے میں "شاید" کا لفظ استعمال کیا ہے کہ شاید نیند جسمانی ریشوں (tissues) خاص طور پر دماغ کے ریشوں کو بحال کرتی ہے اور پھر ہم حتمی طور پر کسی نتیجے پر پہنچ کر کہہ سکیں گے کہ یقینی یا حتمی طور پر نیند میں ایسا ہوتا ہے۔

بیسویں صدی ختم ہو گئی اور اکیسویں صدی شروع ہے، اگر پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ہم نے گزرنے والی صدی میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی شاہراہ پر کتنی تیزی سے سفر طے کیا۔ ذرے کا دل چیر کر اس کے جوہر تک رسائی حاصل کی اور کہکشاں کو پامال کرتے ہوئے اوج ثریا سے بھی آگے نکل گئے۔ زندہ جسم میں خلیے کا تجزیہ کرتے ہوئے جینز (genes) تک جا پہنچے پھر مرضی کے پھول، پودے اور فصلیں اگانی شروع کر دیں اور جانوروں کے تولیدی مادے سے مصنوعی طور پر (یعنی کلوننگ کے ذریعے) ان کے مماثل جانور تلاش کر لیے۔ غرض فطرت کے بہت سارے سربستہ راز گزشتہ صدی کے دوران ایک ایک کر کے انسان پر کھلتے چلے گئے، لیکن آج بھی ایک راز ایسا ہے جسے گذشتہ سو برس کی کوششوں کے بعد بھی پوری طرح نہ سمجھا گیا گویا موجودہ صدی میں تحقیق اور جستجو کے لیے انسان کے پاس ایک موضوع محفوظ ہے اور وہ ہے نیند۔

علم الابدان، حیاتیات، نفسیات اور انسانی جسم کا مطالعہ کرنے والے دیگر عوامل بھی ابھی تک اس سوال کا کوئی واضح اور ٹھوس جواب تلاش نہیں کر سکے کہ ہم سوتے کیوں ہیں؟ آخر مسلسل جاگتے رہنا ہمارے لیے کیوں ممکن نہیں؟ پچھلے پچاس برس کے دوران دنیا کے کئی ملکوں میں نیند کے موضوع پر تحقیق ہوئی۔ نیند کے ذریعے آخر ہمارے

جسم میں ایسی کون سی تبدیلی آ جاتی ہے کہ ہم راحت محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس کا جزوی جواب تو راقم الحروف نے لکھ دیا ہے، لیکن حتمی جواب شاید اس صدی میں ڈھونڈ لیا جائے البتہ یہ کہنا بھی ماہر نفسیات یا سائنسدانوں سے ناانصافی کی بات ہے کہ وہ آج تک نیند کا بھید ہی نہیں پا سکے۔ سائنس دان پچھلی دو صدیوں سے خوابوں اور یاداشت کے باہمی تعلق پر تحقیق کر رہے ہیں اور اب اس خیال کے حامی ہیں کہ جب انسان نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے اور خواب دیکھتا ہے تو دن بھر کے تجربات اس کی یاداشت میں باقاعدہ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ رابرٹ سٹیک گولڈ جو کہ ہارورڈ میڈیکل سکول کے شعبۂ نفسیات سے وابستہ ہیں، کہتے ہیں کہ گہری نیند اور کچی نیند دونوں ہمارے ذہن میں معلومات اکٹھی کرنے اور تجربات کی یاداشت کا حصہ بننے اور کچھ سیکھنے کی صلاحیت کے لیے کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جو بغیر سوئے سیکھی نہیں جا سکتی۔ تجربات سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ اکثر انسانی دماغ نیند کے دوران پرانی سیکھی ہوئی باتوں کو نئی حاصل کی گئی معلومات سے جوڑ دیتا ہے اور کوئی حل تلاش کرنے یا نیا ہنر سیکھنے میں یاداشت کے ذخیرے سے کام لیتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک رات کی نیند معالج کے ساتھ پانچ طویل ملاقاتوں کے برابر ہے اس لیے آٹھ گھنٹے کی نیند لازم ہے جس میں کچھ نیند، نامکمل نیند اور غافل نیند کے محاصل شامل ہیں، یہاں غافل نیند کو گہری نیند (deep sleep) کہا گیا ہے۔ بہت سے سائنسدان اور ماہر نفسیات اس موضوع پر تندہی سے کام کرنے میں مصروف ہیں۔

نیند کی بیماریاں (Disorders)

یہ خیال کہ ہر آدمی کو 8 گھنٹے کی نیند ضروری ہے، غلط ہے۔ تو زائیدہ بچہ سارے دن کا تقریباً 2/3 حصہ نیند میں رہتا ہے۔ بالغ بمشکل دن کا 1/4 حصہ۔ کچھ لوگوں کے لیے 6 گھنٹے کی نیند کافی ہے اور کچھ کے لیے 9 گھنٹے۔ دودھ دینے والے جانوروں (mammals) کی نیند کی ضرورت بالکل مختلف ہوتی ہے، مثلاً گھوڑے اور گائے کے لیے دن میں 3 تا 4 گھنٹے، چوہے اور بلیوں کے لیے 14 تا 15 گھنٹے۔

Marfat.com

انسان کی نیند کا تعلق اُس کی شخصیت سے نہیں، لیکن جینیاتی طور پر نیند کے پیٹرن (Pattern) متاثر ہو سکتے ہیں۔ جڑواں بچوں کی نیند کے پیٹرن ایک جیسے ہو سکتے ہیں۔

بالغ لوگوں میں 10 تا 15 فی صد بے خوابی (Insomnia) کی شکایت کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بے چینی کی پیداوار ہوتی ہے۔ اگر ہم رات کو کم سوئیں تو خود کو نفسیاتی طور پر بے خوابی میں مبتلا محسوس کرتے ہیں۔ نیند کی گولیاں اور الکوحل کا استعمال اس مسئلے کو مزید خراب کر دیتا ہے۔ نیند کے ماہرین نیند لانے کے لیے دوسرے متبادل علاج بتاتے ہیں۔

1- بستر پر جانے سے پہلے پر سکون رہیں۔
2- کیفین (کافی یا چاکلیٹ) دوپہر کے بعد یا بستر پر جانے سے پہلے لیں۔
3- مرغن کھانوں سے پرہیز کریں (خصوصاً شام کے وقت)
4- دودھ کا ایک گلاس نیند لانے میں مدد کر سکتا ہے۔ دودھ میں ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو Serotonin بنانے میں معاون ہوتے ہیں۔ یہ عصبی مرسل (Neurotransmitter) ہوتا ہے جو نیند لانے میں مدد دیتا ہے۔
5- نیند کا باقاعدہ پروگرام بنائیں یعنی ایک ہی وقت پر سوئیں خواہ آپ کی پہلی رات بے خوابی میں گزری ہو۔
6- باقاعدہ ورزش کریں مگر شام کو دیر سے نہیں
7- اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر مطمئن کریں کہ عارضی طور پر نیند کا اڑ جانا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔
8- اگر متذکرہ بالا کوئی بھی اصول معاون نہ ہو تو تھوڑی نیند (loss sloop) کا ارادہ کر کے بستر پر دیر سے جائیں یا صبح بہت جلد جاگ جائیں۔

بے خوابی (Insomnia) کے علاوہ نیند کی تین بیماریاں ہیں۔

1- سکتہ نومی (Narcolepsy)۔ اس بیماری میں لوگ بعض اوقات بے وقت نیند سے بوجھل ہو جاتے ہیں اور مختصر عرصے کے لیے گہری نیند (REM) میں چلے جاتے ہیں اور

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی ان کے عضلاتی تناؤ میں کمی آجاتی ہے۔

2- حبس دم (Apnea)۔ اس بیماری میں سوئے ہوئے آدمی کا سانس ایک منٹ کے لیے بند ہو جانے سے خون میں آکسیجن کی کمی ہو جاتی ہے اور سونے والا چند سیکنڈ کے لیے خراٹے لینے شروع کر دیتا ہے۔ اس بیماری میں زیادہ تر موٹے لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور اکثر لوگ اپنی اس بیماری سے بے خبر ہوتے ہیں۔

3- خوابِ خرام (Night Terror- Nightwalkers)۔ اس بیماری میں مبتلا لوگ (زیادہ تر بچے) نیند میں چلنا شروع کر دیتے ہیں یا اُٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے دل کی دھڑکن اور تنفس کی شرح بڑھ جاتی ہے اور وہ عموماً خوف کا شکار ہوتے ہیں۔ نیند میں چلنے والے لوگ شاذو و نادر ہی کلی طور پر نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اگلی صبح انہیں کچھ یاد نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ نیند کے ابتدائی چند گھنٹوں میں اور نیند کے چوتھے مرحلے میں چلنا شروع کرتے ہیں۔ خوابِ خرام (night terror) کابوس یا ڈراونے خواب (nightmares) کی طرح نہیں ہیں جو صبح کے وقت آتے ہیں اور "آر ای ایم" یا بہت گہری نیند میں رونما ہوتے ہیں۔

خوف سے نیند نہیں آتی یا نیند کچی رہ جاتی ہے۔ اگر شیر اور بھیڑ ایک ساتھ لیٹے ہوں تو بھیڑ کو کبھی بھی گہری نیند نہیں آئے گی۔

اضافی معلومات

نیند کے دوران جسم کے تمام افعال اور وظائف صحت کے لیے لازمی طور پر درکار سطح پر خود بخود جاری رہتے ہیں۔ حرارت بنیادی سطح سے 10 تا 15 فی صد کم پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جسمانی ٹمپریچر کو ریگولیٹ کرنے کا میکانزم جاگنے کے لمحات کے مقابلے میں دوران نیند 0.5 تا 1.0 ڈگری فارن ہائٹ کم رہتا ہے۔ دل کی دھڑکن کی شرح 10 تا 30 بار تک فی منٹ ہو جاتی ہے۔ بلڈ پریشر تقریباً 20 ایم۔ ایم کم ہو جاتا ہے۔ پیشاب کے حجم میں کمی آجاتی ہے لیکن اس میں ٹھوس مادوں کا ارتکاز (concentration of solids) بڑھ جاتا ہے۔ تشکیلی عضلات کی طبعی سختی میں نرمی آجاتی ہے۔ آنکھوں کی معمول کی گردش کا رخ اوپر کی جانب ہو جاتا ہے اور ان کی پتلیاں سکڑ جاتی ہیں۔ نیند تھکے جسم و جان کے

لیے ایک سہارا ہے۔ دن بھر کی کھوئی ہوئی توانائی واپس آ جاتی ہے۔ نیند جسم کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کر دیتی ہے ہم رات سوتے وقت 35 مرتبہ کروٹیں بدلتے ہیں مجموعی طور پر خواتین مردوں کے مقابلے میں 45 منٹ سے ایک گھنٹہ زیادہ سوتی ہیں۔ مختلف عمروں کے افراد کے لیے نیند کا دورانیہ حسب ذیل ہونا چاہیے: نومولود 18 سے 20 گھنٹے، بچے 10 سے 12 گھنٹے، بالغ افراد 6 سے 9 گھنٹے، معمر لوگ 5 سے 7 گھنٹے مگر یہ کوئی مستقل دورانیے نہیں ہیں۔ نیند کا ایسا دورانیہ جس کے بعد اٹھ کر لوگ خود کو مطمئن اور خوش باش پائیں، اوسطاً ساڑھے سات گھنٹے ہے۔ کسی شخص کے لیے نیند کا مطلوبہ دورانیہ وہی ہے جسے وہ خود محسوس کرے کہ "بس میری ضرورت اتنی ہے۔" یہ نہیں کہ دوسرے لوگ بشمول ڈاکٹر حضرات اس کے لیے نیند کا دورانیہ تجویز کریں کہ اتنے گھنٹے سونا چاہیے۔

قارئین کرام! قرآن حکیم میں انسان کی توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ رات اور دن کے آنے جانے پر غور و فکر کرے اور یہ بھی فرمادیا کہ رات انسان کے آرام و سکون کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس حقیقت سے انسان کو آج سے 1400 سال پہلے قرآن کے ذریعہ آگاہ کر دیا گیا تھا جس کی دور جدید کے سائنسدان اور ماہر نفسیات تصدیق کر رہے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

آٹھواں باب

خوابوں کی سائنسی حقیقت

قارئین کرام! گذشتہ باب میں آپ نے نیند کے بارے میں مطالعہ فرمایا ہے اور قرآن حکیم نے واضح کر دیا ہے کہ نیند انسان کے آرام و سکون کے لیے بنائی گئی ہے۔ انسان کے علاوہ دوسرے جاندار بھی آرام چاہتے ہیں لہٰذا وہ بھی سوتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی مطالعہ فرمایا کہ نیند کے پانچ مراحل ہیں اور آخری مرحلے کو نفسیات کی زبان میں آر، ای، ایم (REM) کہتے ہیں، جو درحقیقت گہری نیند ہے اور یہ وقت صبح ہونے سے پہلے کا وقت ہے۔ اس میں خواب (Dreams) آتے ہیں جو سچے ہوتے ہیں جنہیں رویائے صادقہ یا رویائے صالحہ بھی کہا گیا ہے اور یہ سچے خواب ہوتے ہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ صبح کا خواب بہت سچا ہوتا ہے یعنی رویائے صادقہ۔

درحقیقت الہام، کشف اور وجدان کی بھی ایک کیفیت ہے لیکن یہ تینوں صورتیں عام بیداری میں نظر آتی ہیں جب کہ خواب کی کیفیت صرف نیند کی حالت میں طاری ہوتی ہے۔ چونکہ نیند کا تعلق خوابوں سے ہے اس لیے یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ ایک باب خوابوں کی دنیا کے بارے میں بھی تحریر کر دیا جائے، لیکن میرا مقصد یہاں "خواب نامہ" تحریر کرنا نہیں۔ خوابوں کی تعبیر کے بارے میں کئی مستند کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ اس باب میں صرف یہ بتایا جائے گا کہ خوابوں کے بارے میں جدید سائنس یا جدید نفسیات کی آراء کیا ہیں؟ صدیوں سے ایسے سوالات مثلاً خواب کیا ہیں؟ خواب کیوں آتے ہیں؟ خوابوں کی سائنسی حقیقت کیا ہے؟ خواب ہمیں کیا بتاتے ہیں؟ وغیرہ ایسے سوالات ہیں جن کا تجزیہ کیا جائے گا، چنانچہ انسان کے خوابوں کو سمجھنے کی خواہش ہزاروں سال پرانی ہے۔ خواب دیکھنا ایک قدرتی امر ہے اور ہر انسان خواب دیکھتا

ہے۔ قرآن حکیم میں پیغمبروں کے خوابوں کا بھی ذکر ہے اور پیغمبروں کے خواب رویائے صادقہ (سچے خواب) ہوتے ہیں اور وہ خدا کی طرف سے ان پر وحی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پہلے ہم قرآن حکیم میں بیان کردہ اُن خوابوں کا ذکر کرتے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ: بس ہم نے اسے ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو تحمل والا ہوگا پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے لگا، کہا: اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تمہاری کیا رائے ہے (تو کیا دیکھتا ہے) بولا: اے باپ! کر ڈال جو تجھے حکم ملا ہے (ہوتا ہے) اللہ نے چاہا تو مجھے صبر کرنے والوں میں پائے گا۔

(سورۃ الصافات 37، آیت 102,101)

ارشاد ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کی اور خوشخبری دی کہ تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تحمل و برداشت والا ہوگا۔ ارشاد ہے کہ جب وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے (ان کے ساتھ کام کرنے کی عمر کو پہنچ گئے) تو ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا "خواب" انہیں سنایا کہ اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ لکھا ہے کہ تین رات تک برابر یہی خواب دیکھنے کے بعد انہیں پکا یقین ہو گیا کہ اللہ کا یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ تب انہوں نے بیٹے سے بیان کیا اور پوچھا کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کیجئے اللہ نے چاہا تو میں آپ کے ہاتھ سے ذبح ہونا صبر کے ساتھ برداشت کروں گا، کوئی جزع

Marfat.com

فزع نہ کروں گا۔ اللہ! اللہ! اللہ کی اطاعت اسے کہتے ہیں جو اس باپ اور بیٹے نے کر دکھائی۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝

ترجمہ: پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اسے ماتھے کے بل اور ہم نے پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے "خواب" سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یوں ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک صریح جانچنا یہی ہے (تحقیق کہ البتہ یہی آزمائش ہے کھلی) اور اس کے بدلے میں ہم نے اسے ایک جانور بڑا ذبح کے لیے دیا۔

(سورۃ الصافات 37، آیت 103 تا 106)

ارشاد ہے کہ جب دونوں باپ بیٹے اللہ کے حکم کی اطاعت کے لیے بخوشی تیار ہو گئے تو بیٹے نے باپ سے کہا: ابا جان! ذبح کرتے وقت مجھے ایسا لٹایئے کہ چہرہ زمین کی طرف ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ پر میرا چہرہ دیکھ کر محبت اور رحم کا غلبہ ہو جائے اور ذبح کرنے میں دل ہچکچانے لگے اور اللہ کا حکم بجا لانے میں دیر لگ جائے۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری رکھ دی (آیت میں اس کا بیان نہیں کہ اسوقت ان کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی اور اللہ کی رحمت اور شفقت کس قدر جوش میں آ رہی تھی)۔ فقط ارشاد ہے کہ ہم نے ابراہیم کو آواز دی کہ بس بس تو نے اپنا "خواب" سچا کر دیا اور ہمارے حکم کی تعمیل کر دی۔ تجھے اس فرمانبرداری اور اخلاص کا بڑا بدلہ ملے گا۔ ہم نیک لوگوں کی ایسی ہی کڑی آزمائش کرتے ہیں تاکہ ان کی ثابت قدمی پر انہیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دیں۔ ارشاد ہے کہ کوئی شک نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ امتحان بڑا سخت تھا۔ وہ اس میں کامیاب ہوئے اور ہم نے اسماعیل کے بدلے ایک قیمتی اور فربہ دُنبے کی قربانی قبول کی (اور قربانی کی سنت کو ہمیشہ کے لیے جاری کر دیا)۔

چنانچہ آپ نے مطالعہ فرما لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب وحی الٰہی

Marfat.com

تھے اور سچے تھے۔ اب آپ سورۂ یوسف میں جن خوابوں کا ذکر ہے، ان کا مطالعہ فرمائیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۝

ترجمہ: جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے، ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو میں نے انہیں اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سورۃ یوسف 12، آیت 4)

باپ کی نصیحت

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

ارشاد ہوا:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝

ترجمہ: کہا: اے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے آگے مت بیان کرنا پھر وہ تیرے واسطے کچھ فریب بنائیں گے، البتہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

(سورۃ یوسف 12، آیت 5)

مذکورہ بالا سورۂ یوسف کی آیت 4 سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب صاف صاف خارجی حالات کی ترجمانی کر رہا ہے اور یوسف علیہ السلام کی اولوالعزمی کا آئینہ دار ہے کہ اس کے ماں باپ اور گیارہ بھائی ایک نہ ایک دن اس بچے (یوسف علیہ السلام) کی فوقیت کو تسلیم کر کے رہیں گے۔ آیت 5 سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس بات سے فساد کا اندیشہ ہو اُسے لوگوں میں نہ پھیلائیں بلکہ خاموشی اختیار کریں اور ایسی باتوں سے بچنا چاہیے جن سے جذبات کے بھڑکنے کا اندیشہ ہو۔ خطرناک جذبات حسد، دشمنی،

Marfat.com

غضب، شہوت، لالچ اور تکبر ہیں، جو چیزیں انہیں بھڑکائیں ان سے بچنا سعادت مندوں کا شیوہ ہے۔

دو قیدیوں کے خواب

ارشاد ہوا:

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۖ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ: اور دو جوان اُس (حضرت یوسف علیہ السلام) کے ساتھ قید خانے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھا رہا ہوں کہ اس میں سے جانور کھا رہے ہیں اس (خواب) کی تعبیر ہم کو بتلا ہم تجھ کو نیکی والا دیکھتے ہیں۔

(سورۃ یوسف 12، آیت 36)

اب حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے کے ساتھیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا:

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝

ترجمہ: اے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک جو ہے اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور دوسرا جو ہے سولی دیا جائے گا پھر پرندے اس کے سر میں سے کھائیں گے۔ طے ہوا وہ کام جس کی بابت تو پوچھتے تھے (تحقیق) چاہتے تھے۔

(سورۃ یوسف 12، آیت 41)

بادشاہ مصر (ریان بن الولید) کا خواب

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا میں خواب دیکھتا ہوں سات موٹی گائیں کہ ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی۔ اے دربار والو! مجھ سے میری خواب کی تعبیر کہو اگر تم خواب کی تعبیر دینے والے ہو۔ (سورۃ یوسف 12، آیت 43)

خواب کی تعبیر

ارشاد ہوا:

ترجمہ: اے یوسف، اے سچ کہنے والے! دے ہمیں اس خواب میں کہ سات موٹی گائیوں کو سات دبلی کھائی جا رہی ہیں اور یہ سات بالیں ہیں ہری اور سات سوکھی تاکہ میں لے جاؤں لوگوں کے پاس شاید انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہا کھیتی کرو گے تم سات برس جم کر (لگاتار) پھر جو کاٹو اس کو اس کی بال (خوشہ) میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ گے، پھر اس کے بعد سات سال سختی کے آئیں گے، کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لیے رکھا مگر تھوڑا سا جو تم بچا رکھو پھر اس کے پیچھے ایک برس آئے گا اس میں لوگوں پر مینہ اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے (یعنی خوشحالی آئے گی)۔ (سورۃ یوسف 12، آیات 46 تا 49)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زبان و بیان کے حوالہ سے نہایت ہی دلکش اور مسحور کن ہے۔ قرآن حکیم میں اس قصے کو احسن القصص کہا گیا ہے یعنی خوبصورت کہانیوں میں سے ایک کہانی۔ ہم نے یہاں صرف اس قصے کے حوالے سے صرف وہی آیات درج کی ہیں جن کا تعلق خوابوں کے بیان سے ہے، سارے قصے کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ خوابوں کے حوالہ سے جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "علم تعبیر" سے نواز تھا (اور یہی آپ کا معجزہ بھی تھا) جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا:

ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ

ترجمہ: یہ علم (خوابوں کی تعبیر کا) ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔
(سورۃ یوسف 12، آیت 37)

Marfat.com

قید خانے کی تنہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کی روحانی ترقی کی تکمیل ہوئی اور قیدی اور محافظ سب آپ سے متاثر تھے۔ جیسا کہ قصے میں بیان ہے کہ دونوں قیدیوں کی خوابوں کی تعبیر کا تو آپ نے وقت مقرر کر دیا تھا کہ کھانے سے پہلے بتادی جائے گی اور موقع غنیمت سمجھ کر توحید کی تبلیغ کی کہ جو علم مجھے ملا ہے، وہ میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ غالباً اس زمانے میں یا حضرت یوسف کی قوم (بنی اسرائیل) میں خوابوں کے علم کو مہتم بالشان علم سمجھا جاتا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی یہی علم عطا کر دیا تاکہ لوگ ان کی سچائی اور نیکی کے قائل ہو جائیں۔ اگر ہم تمام انبیاء کرام کے حالات کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی بعثت کے ساتھ معجزات بھی عطا کیے تاکہ قدرت خداوندی کی یہ نشانیاں دیکھ کر لوگ انبیاء کا مقام جانیں اور ان کی حقانیت تسلیم کریں۔ ارشاد ہوا:

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے یوسف کو اس ملک (مصر) میں جگہ دی اور تاکہ ہم اُن کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں۔

دوسرا ترجمہ: اور اس طرح ہم نے یوسف کو مصر میں اقتدار و قدرت دی اور علم تعبیر رویا کی تعلیم دی۔ (سورۃ یوسف 12، آیت 21)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر عطا کیا اور اگلی آیت 101 میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بات کا خود اقرار کیا ہے۔

ارشاد ہوا:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ

ترجمہ: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے حکومت (سلطنت) بھی عطا فرمائی اور علم تعبیر خواب بھی عطا فرمایا۔ (سورۃ یوسف 12، آیت 101)

Marfat.com

وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا

ترجمہ: اور کہا (یوسف علیہ السلام نے) اے میرے باپ! یہ میرے اُس پہلے خواب کا بیان ہے، میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا۔ (سورۃ یوسف 12 آیت 100)

اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کرام کو معجزات عنایت فرمائے وہ اس زمانے کے کمال فن یا علم کے مطابق ہوتے تھے، مثلاً جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے تو اس کی قوم میں خوابوں کی تعبیر بتانے کا علم عام تھا، لہٰذا آپ نے خوابوں کی سچی تعبیر بیان کر کے بادشاہ مصر (ریان بن الولید) کو بھی قائل کر لیا اور اپنا عقیدت مند بنا لیا۔

خوابوں کے بارے میں حضور ﷺ کی احادیث

حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

1- بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: سچے خواب۔ (رواہ البخاری عن ابی ہریرہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اب خواب کے سوا اہل ایمان کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہیں جس سے مستقبل کے حالات ظاہر ہو سکیں، یعنی جس طرح بادلوں کی موجودگی بارش پر دلالت کرتی ہے اسی طرح سچے خواب بھی مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

2- آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(رواہ البخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رویائے صادقہ نبوت کا ایک جزو ہے اور علم نبوت باقی ہے، گو نبوت جاری نہیں رہی۔ دوسرے لفظوں میں سچا خواب نبوت کا پرتو ہے، گو خواب دیکھنے والا نبی نہ ہو، جیسے کہ بعض دوسری روایتوں میں آیا ہے کہ نیک روش، علم اور میانہ روی نبوت میں سے ہیں۔

3- ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی جانب سے۔ پس جب کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو اسے صرف اس شخص سے بیان کرے جس سے

Marfat.com

محبت و اعتقاد ہے اور جب مکروہ خواب دیکھے تو حق تعالیٰ سے اس خواب کے شر اور شیطان کے فتنہ سے پناہ مانگے اور یہ بھی مناسب ہے کہ بقصد دفع شیطان اپنے بائیں طرف تین بار تھتکارے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کرے، اس حالت میں برا خواب کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ (رواہ البخاری، مسلم)

4- بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خیر البشر ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص مکروہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں طرف تف کر کے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اس کروٹ کو بدل ڈالے جس پر خواب دیکھنے کے وقت پڑا تھا۔ (رواہ مسلم)

5- ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھی کو دیکھا (اس کا یہ خواب سچا ہے کیونکہ شیطان کی یہ مجال نہیں کہ کسی کو خواب میں میری شکل میں ظاہر ہو)۔

(رواہ البخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

فتح مکہ کا خواب

سورۃ الفتح 48 کی آیت 27 میں ارشاد ہوا:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ

ترجمہ: البتہ تحقیق اللہ نے اپنے رسول کو خواب حقیقت کے مطابق (سچا کر دکھایا)۔

"حضور سرور دو عالم ﷺ کو رویاء صادقہ کے ذریعہ ایک سال پہلے ہی فتح مکہ کا علم ہو گیا تھا۔ سورۃ الفتح میں چند واقعات کا ذکر ہے۔ 6ھ میں رسول ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مع اصحاب مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کیا اور اس کے تمام ارکان بخوبی ادا کیے۔ حدیبیہ کی صلح کی رو سے اس سال عمرہ نہ ہو سکتا تھا اس لیے حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے اور احرام کھول کر آنحضرت ﷺ مع اصحاب کے مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس سے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ عمرہ ادا کیا ہے پھر یہ عمرہ کیوں نہ ہوا۔ اسی سورۃ کی آیت 27 میں ارشاد ہے کہ اللہ نے جو اپنے رسول کو خواب میں دکھایا

تھا، وہ بالکل سچا تھا اور اگلے سال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

خوابوں کے حوالے سے یہ ثابت ہوا کہ خواب ایک نہایت پراسرار چیز ہے تبھی تو سید الانبیاءﷺ کو بھی خواب دکھایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس خواب کی تصدیق فرمائی۔ یہ ظاہر بات ہے کہ جو چیز پیغمبروں کو بطور انعام نصیب ہو، اُسے خدا تعالیٰ صحیح اور درست بھی فرمادے۔ اس علم کے افضل ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ چنانچہ علم تعبیر خواب ایک نہایت افضل اور اعلیٰ علم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو چیز پیغمبر کا معجزہ ہو، وہ یقیناً افضل و اعلیٰ ہوا کرتی ہے۔ (نبی کا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حکم بھی ہوتا ہے)

ماہرین نفسیات اور سائنس دانوں کے خیالات

اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ ماہر نفسیات اور سائنس دان خوابوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف تین سوالوں کے جواب دیں گے کہ

1- خواب کیا ہیں؟
2- ہم خواب میں کیا دیکھتے ہیں؟
3- ہم خواب کیوں دیکھتے ہیں؟

جہاں تک خوابوں کی تعبیر کا تعلق ہے، اس کے حوالے سے بہت سے اولیاء اللہ و علما کرام کے نام آتے ہیں جن کو اس علم پر دسترس رہی ہے مثلاً حضرت دانیالؑ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت امام محمد بن سیرینؒ، حضرت امام جابر مغربیؒ، حضرت ابراہیم کرمانیؒ، حضرت امام اسماعیل بن اشعثؒ کے اقوال بطور سند پیش کیے جاتے ہیں اور علم تعبیر کے فن پر بیس کے قریب کتابیں زیادہ مشہور و مقبول اور مستند ہیں لیکن ان میں سے حضرت ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ (36 تا[1] 113ھ) کی کتاب "تعبیر الرویا" کو خاص شہرت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں کئی زبانوں میں خوابوں کی تعبیر پر کتابیں دستیاب ہیں لیکن مصنف کی تحقیق و تجربے کے مطابق انیسویں صدی کے ایک مصنف جن کا نام ان کی کتابوں پر

[1] لیکن یہ بزرگ چونکہ 38ھ تا 113ھ کے دور کے ہیں لہٰذا بہت سے خواب (الفاظ کی صورت میں) موجود نہیں ہیں، مثلاً وہ الفاظ جو جدید سائنسی دور کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہی حال دوسرے خواب ناموں کا ہے۔

Marfat.com

رفائیل (Raphael) درج ہے، انگلستان میں خاصی شہرت رکھتے تھے۔ ان کی تعبیریں نہایت مستند اور سچی ہیں۔ یہ شخص مشہور جوتشی تھا اور انگلستان میں اسی کی ان عظیم علوم پر کتابیں ملتی ہیں۔ وہ خوابوں کی تعبیر مختصر مگر نہایت جامع انگریزی الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

رفائیل کی کتاب کے دیباچے سے میں آپ کی خدمت میں خوابوں کے بارے میں اس کے خیالات پیش کرتا ہوں۔ وہ یوں رقمطراز ہے اور اس سوال سے اپنی نگارش شروع کرتا ہے کہ ”کیا خواب جھوٹے ہوتے ہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہوتے ہیں مگر ایسا سوچنے سے وہ غلطی کر رہے ہیں (یا غلطی پر ہیں)۔ آسمانی صحیفوں میں درج ہے کہ ابراہیمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ اور اسی طرح درجنوں دوسرے مشہور لوگوں نے نہایت اہم خواب دیکھے جن کا ان کے مستقبل سے گہرا تعلق تھا۔ لہٰذا یہ خواب سچ ثابت کرنے والی پیش گوئیاں تھیں یعنی اپنی فطرت میں پیغمبرانہ تھے۔ میرا نہیں خیال کہ روئے زمین پر کوئی ایسا زندہ شخص ہے جس نے کبھی خواب نہ دیکھا ہو (کسی بھی وقت یا دور میں) اور اس اہم اور واضح خواب (vived dream) نے اسے یعنی اس کی فکر یا تصور کو متاثر نہ کیا ہو۔ آپ ان کا جو بھی مطلب لیں، خواب سچی پیش گوئیاں کرتے ہیں۔ کچھ لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ خواب کیوں آتے ہیں یعنی خوابوں کی وجہ کیا ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ اس کا تعلق ہمارے نظام ہضم اور معدے سے ہے اور اگر آپ شام کا کھانا مرغن یا بھاری کھالیں گے تو آپ کو ڈراؤنا خواب آئے گا، تو یہ بالکل سچی بات ہے اور میری توضیح یہ ہے کہ ایسے خواب عموماً خوفناک ہوتے ہیں اور ان سے بچنا بھی مشکل ہوتا ہے (یعنی سوتے ہوئے) اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی پیش گوئی نہیں ہے؟ یقینی طور پر یہ ہے۔ آج کے تمام ماہرین طب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ رات کو پیٹ بھر کر کھانا یا جسے ہم بھاری کھانا کہتے ہیں، نقصان دہ ہوتا ہے۔ بھاری کھانے نظام ہضم کو خراب کر دیں گے، اس میں خلل ڈال دیں گے اور یہ بدہضمی بیماری کا موجب ہوگی۔ اب ڈراؤنا خواب آپ کو پیشگی آگاہ کر دے گا کہ تمہارے ساتھ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے جس سے تم بچ نہیں سکتے۔ اب اس سے واضح پیش گوئی اور کیا ہوگی؟“ مزید رقمطراز ہے:

☆ ”خواب کیوں آتے ہیں؟ میری رائے میں خواب روح (soul) سے رونما

ہوتے ہیں یعنی جب ہمارے فانی اور حسی (sensual) حصے مر جاتے ہیں تو پھر روح میں چمک آ جاتی ہے اور وہ دماغ پر کچھ اثرات (impressions) پیدا کرتی ہے، یہی اثرات خواب ہوتے ہیں۔ اگر یہ خواب کسی پر اسرار ایجنسی (Occult Agency) کی وجہ سے نہ ہوں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اکثر ایسے لوگوں سے ملتے ہیں، ایسی اشیاء دیکھتے ہیں یا ایسی جگہیں جو آپ نے کبھی دیکھی ہوں نہ سنی ہوں۔ کوئی چیز محض عدم سے کیسے آ سکتی ہے؟ اس کی آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔"

☆ "خوابوں کا مقصد کیا ہے؟ (دنیا میں) ہر چیز کسی مقصد کے لیے بھیجی گئی ہے اور آپ منطقی طور پر یہ مفروضہ نہیں اپنا سکتے کہ خالق کائنات جس نے ہر چیز پیدا کی ہے، وہ آدمی کو بغیر کسی مقصد کے خواب دکھائے (یا وہ بغیر مقصد کے خواب دیکھے)۔

قارئین کرام! آپ مجھ پر یقین کریں جب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ اپنے خوابوں پر جتنا غور و فکر کریں گے، مطالعہ کریں گے تو مزید ان میں سچائی ملے گی اور آپ پر یہ واضح ہو جائے گا کہ خواب پیش گوئی کرتے ہیں اور ہو سکتا ہے آپ کو بہت ساری آنے والی تکالیف اور مسائل سے بچالیں۔" (رفائیل)

ایک یہودی نظریے کے مطابق خواب پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ خوابوں کے ذریعے رہنمائی حاصل کرنے کا طریقہ ان کے ہاں عام تھا۔ عہد نامہ قدیم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمان خداوندی خواب میں وصول ہوا تھا۔ سینٹ میتھیو کی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیش گوئی موجود ہے اور یہ پیش گوئی ایک خواب میں تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے خدا کا فرمان ایک خواب سے وصول کیا تھا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

"لاما" بدھ مذہب والوں کے پیشوا کو کہتے ہیں۔ لامائی یا لاماؤں کی قدیم دھارمک کتاب (مذہبی کتاب) "رگبودھاویدی" میں لکھا ہے کہ خواب پچھلے جنم کے حالات و واقعات ہوتے ہیں، جنہیں دماغ خوابوں کی صورت میں دُہراتا ہے ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے (یاد رہے کہ اسلام میں پچھلے جنم کا کوئی تصور نہیں اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے، لیکن خوابوں کے بارے میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے ان میں سے بہت ساری باتیں ہیں

Marfat.com

جن پر جدید سائنس بھی روشنی ڈالتی ہے) مثلاً نیک لوگوں کے خواب سچے اور الہامی ہوتے ہیں۔ ان معنوں میں خوابوں کو مستقبل کا پیغامبر کہا جا سکتا ہے۔ یہ بات حضور نبی کریم ﷺ نے بھی فرمائی کہ "رویائے صادقہ (سچے خواب) ایک قسم کی وحی ہے۔" آئندہ پیش آنے والے واقعات جاننے کا طریقہ "مبشرات" کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ صحابہؓ نے دریافت فرمایا: "یارسول اللہؐ! مبشرات کیا ہیں؟" حضور نے فرمایا: "سچے خواب۔"

جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ لاماؤں کی کتاب میں خوابوں کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، ان پر جدید سائنس کی تحقیق کا گمان ہوتا ہے مثلاً لکھا ہے لاشعور کبھی نہیں سوتا۔ خواب لاشعور کے کرشمات ہیں۔ ایک ہی وقت میں انسان دو دنیاؤں میں رہتا ہے۔ ایک اس کے اندر کی دنیا اور دوسری اس کے باہر کی دنیا۔ جب انسان سو جاتا ہے تو خارجی دنیا سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اپنے اندر کی دنیا میں چلا جاتا ہے جو خوابوں اور خیالوں کی دنیا ہے جو انسان کے دماغ کے نچلے حصے میں واقع ہوتی ہے اور اسرار سے بھری پڑی ہے۔ اس میں عجیب و غریب اشیاء موجود ہیں۔ ہزاروں صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کے اسرار بھی معلوم نہیں ہو سکے۔

(مزید لکھا ہے کہ زندگی میں ہمیں جس شے کی کمی اور خواہش ہوتی ہے، خواب میں ہمیں اس کا بدل مل جاتا ہے۔ خواب اُن الجھنوں کا سبب نظر آتے ہیں جنہیں انسان بیداری میں حل نہیں کر پاتا۔ خواب انسان کے وجود کا ایک اہم عنصر ہیں اور بسا اوقات انسان کی زندگی میں انقلابی تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ انسانی زندگی کے اندر موجود کشاکش کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ خواب مستقبل کے بارے میں اہم نشان دہی کرتے ہیں، ان پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ خواب ایک ایسا شیشہ ہے جس میں انسان کی مسرتیں اور مصیبتیں دونوں ہی دیکھی جا سکتی ہیں۔ نیند میں انسان اپنی روشنی سے منور ہو جاتا ہے۔ خواب انسان کی اصل زندگی کے پہلوؤں کو ظاہر کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

انسان خواب کیوں دیکھتا ہے؟

اس کے متعلق بھی رگبودھا ویدی میں یہ لکھا ہے کہ "رات کے وقت ذہن جسم کی فکر سے آزاد ہو کر اِدھر اُدھر گھوم سکتا ہے۔ خواب انسان کی روح کی مہمات ہیں۔

Marfat.com

نیند جسم اور دماغ کو آرام پہنچاتی ہے اور خواب نیند کے عرصے کی ایک با معنی انسانی پیداوار ہیں۔"

خوابوں کے بارے میں جو قدیم نظریات پائے جاتے ہیں، ان سب کو یہاں تحریر میں لانے کی گنجائش نہیں ہے۔ اب صرف سائنس کے حوالے سے خوابوں پر تحقیق کے بارے میں جو باتیں سامنے آئی ہیں، ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

خواب اور جدید سائنس

خوابوں کے بارے میں سائنسی تحقیق میں انقلاب پیدا کرنے کا سہرا وی آنا یونیورسٹی کے یہودی پروفیسر سگمنڈ فرائیڈ (1856ء-1939ء) کے سر ہے۔ اس کی کتاب تعبیر خواب Interpretation of Dreams، 1900 میں شائع ہوئی۔ بعض مصنفین نے اس کتاب کی اشاعت کا سن 1896ء بتایا ہے۔ تاہم یہ کتاب اس زمانے میں معرکہ آرا ثابت ہوئی اور اس نے علمی اور غیر علمی طبقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ فرائیڈ خود کہتا ہے کہ "خوابوں کو با معنی بنا کر میں نے انہیں لوک کہانیاں اور تصوف (mysticism) کے میدان سے نکال لیا۔" لوگ تو خوابوں کو بے معنی خیال کرتے تھے لیکن فرائیڈ نے انہیں با معنی بنا دیا اور پھر یہ بھی کہا کہ یہ تو لاشعوری غیر تسلی یافتہ خواہشات کے مظہر ہیں۔ ہم یہاں ساری باتیں تو احاطہ تحریر میں نہیں لا سکتے، صرف اختصار کے ساتھ خوابوں کی دنیا کے بارے میں اُس کے خیالات پر مبنی چند اقتباسات ہی پیش کریں گے (خوابوں کے بارے میں تحقیق، جدید نفسیات (Modern Psychology) کا سب سے دلچسپ حصہ بن چکی ہے)۔

ڈاکٹر فرائیڈ کا کہنا ہے کہ خوابوں کی تعبیر سے لاشعور (Unconscious) کا دروازہ کھلتا اور اس کی ماہیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرائیڈ نفسیاتی معالج تھا لہٰذا اس نے ہپناٹزم اور ایحاذ کا طریقہ چھوڑ کر خوابوں کی تعبیر کے ذریعے علاج کا کامیاب طریقہ ایجاد کیا تھا[1]۔ اس نے اپنی کتاب مذکورہ میں نفسیات کی کئی اصطلاحات استعمال کی ہیں جن میں سے ایک اصطلاح ابطان (Repression) ہے اور دوسری ہے مدافعت (Resistance)۔

[1] مریض کو کہا جاتا تھا کہ وہ اپنے خواب بیان کرے۔

Marfat.com

مدافعت سے مراد ایسی قوت ہے جو بھولی ہوئی باتوں کو دوبارہ یاد کرنے سے باز رکھتی ہے۔ علاج کی خاطر اس قوت کو توڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ابطان کی وجہ سے ان تکلیف دہ ہیجانات اور جذبات تک نہیں پہنچا جا سکتا جو مرض کی تہ میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرائیڈ کو تحلیل نفسی (Psyco- analysis) کے دو اصول مل گئے تھے۔ ابطان کے معنی دبی ہوئی خواہش کے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ خواب بھی لاشعور کی پیداوار ہیں اور یہ شعوری کنٹرول کو توڑ کر ابطان کا اظہار کرتی ہیں۔ اگر دن دیہاڑے جاگتے ہوئے شعور (Conscious) کی باری ہوتی ہے تو نیند میں لاشعور (Unconscious) کی باری ہوتی ہے۔ شعور میں ناقدانہ فعلتیں پیدا ہوتی ہیں اور نیند میں یہ فعلتیں رک جاتی ہیں اور ابطان کو اظہار کا موقعہ مل جاتا ہے۔ جو طاقت غیر تسلی یافتہ یا اذیت ناک خواہشات کو دباتی ہے، فرائیڈ اُسے محتسب (Censor) کہتا ہے۔ کوئی شخص بھی ہر کام اپنی مرضی کے مطابق نہیں کرتا۔ ہر شخص کسی نہ کسی طرح کسی حد تک مانعیت (inhibition) کا شکار ہے۔ باہر تو ملک کی پولیس نے حد بندی کی ہوتی ہے اور اندر سے خود ہم اپنی حد بندی کرتے ہیں، لیکن یہ محتسب جو ہمارے اندر بیٹھا نگرانی کرتا رہتا ہے اور ہمیں ٹوکتا رہتا ہے، کبھی نہ کبھی سست بھی پڑ جاتا ہے۔

فرائیڈ کا کہنا ہے کہ خوابوں پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے، جب ہم سو جاتے ہیں۔ خواب بیکار، فضول اور پراگندہ ذہن کی پیداوار نہیں ہوتے، جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے بلکہ انسان کی زندگی میں ان کا نہایت اہم مقام ہے۔ خوابوں میں دبی ہوئی خواہش تسلی یافتہ خواہش بن جاتی ہے اور لاشعور آزاد ہو جاتا ہے۔ اس انکشاف کے نتائج بڑے دور رس تھے کیونکہ یہ صرف انکشاف ہی نہیں تھا بلکہ نفسیات کے لیے ایک اصول تھا۔ یہ نیا تو نہیں تھا لیکن جس طریقے سے فرائیڈ نے پیش کیا، اس میں ندرت اور انوکھا پن آ گیا۔ خواب کیا ہے؟ فرائیڈ کے مطابق یہ خواہشات کے ساتھ رومان ہے۔ انگریزی میں مقولہ ہے اگر خواہشات گھوڑے ہوتے تو فقیر ان پر چڑھ جاتے (If wishes were horses beggar would ride) خوابوں میں ہماری خواہشات گھوڑے مہیا کر دیتی ہیں جس طرح پریاں اپنی شہزادی کو ناچ گھریا اپنے شہزادے کے پاس پہنچانے کے لیے چاند گاڑی مہیا کر دیتی ہیں۔ پریوں کی کہانیاں لوک خواب ہوتے ہیں جو کہانیوں کی

Marfat.com

صورت میں بیان کی جاتی ہیں۔ پس فرائیڈ کے نزدیک خوابوں اور خواہشات کی سوچ ایک جیسی ہے۔

خوابوں کی اہمیت کے پیش نظر تحلیل نفسی[1] کا نظریہ عالمگیر شہرت پاکر بلکہ مقبول عام ہوگیا۔ فرائیڈ کی کتاب خوابوں کی تعبیر (Interpretation of dreams) بیسویں صدی کی عہد ساز کتاب شمار ہونے لگی اور اس کو نفسیات کے میدان میں وہی اہمیت حاصل ہوگئی جو ڈارون کی کتاب اغاز انواع (Origin of Species)[2] کو حیاتیات کے میدان میں ہے۔ فرائیڈ نے خوابوں کی دنیا کو یاثروت بنادیا۔ اس نے خوابوں کو مطالب و معانی سے بھر دیا اور ان کے محرکات کی نشان دہی کی۔ خواب فضول اور بیکار نہیں ہوتے اور نہ ان کا پلاٹ بے ربط اور واہیات ہوتا ہے۔ سویا ہوا شخص خواب میں خیالوں کی دنیا میں کھو جاتا ہے۔ وہ خود ڈرامہ تشکیل کرتا ہے اور اس میں جو خواہشات جاگتے ہوئے پوری نہیں ہوتیں، اس ڈرامے میں پوری ہو جاتی ہیں۔ اگر اس ڈرامے کے خدوخال کو سمجھ لیا جائے وہ استعاروں اور کنایوں سے بھری ہوتی ہیں۔ انہیں سمجھنے کے لیے بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔

فرائیڈ کے نظریہ میں خامیاں

فرائیڈ کے نظریے میں کئی خامیاں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ فرائیڈ کی رو سے ہر خواب کا ایک ہی نقشہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ ہر خواب دیکھنے والے کی نفسیات جدا جدا ہوتی ہیں اس لیے ان کے خواب بھی منفرد ہونے چاہئیں۔ پیرس (Pierce) کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی شخص جاگتے ہوئے اور خوابوں میں ایک ہی جیسا دکھائی دیتا ہے۔ خود کو کچھ اور سمجھتا ہو تو اس کے خواب جو کچھ وہ باطن میں خود کو سمجھتا ہے، اس کے مطابق ہوں گے۔

اگر فرائیڈ کے تجزیہ خواب کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فرائیڈ سے بہت پہلے قدیم لوگوں نے یہ کہا تھا کہ بنیادی اور فطری تقاضے جو اخلاق اور معقولیت کے

---

[1] سگمنڈ فرائیڈ تھیوری (نظریہ) جو انسانی دماغ کو دو حصوں شعور اور لاشعور میں تقسیم کرتی ہے۔

[2] مصنف کی کتاب "قرآن اور جدید سائنس" کا مطالعہ فرمائیے۔

تقاضوں تلے دبے رہتے ہیں، وہ خوابوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یونان کا فلسفی افلاطون (427 تا 347 قبل از مسیح) اپنی شہرہ آفاق کتاب جمہوریہ (Republic) میں لکھتا ہے کہ جو برا انسان زندگی میں کر گزرتا ہے، نیک آدمی صرف اس کا خیال کر سکتا ہے اور اسی کتاب میں وہ ناجائز خوشیوں اور خواہشات کا ذکر کرتے ہوئے، جو ہر انسان کی ذات کا حصہ ہوتی ہیں، کہتا ہے کہ ان خوشیوں اور خواہشات کو عقل نے قابو کیا ہوتا ہے، لیکن کئی اشخاص میں یہ عقل کے تحت نہیں رہتیں اور اپنا زور دکھاتی ہیں۔ افلاطون کہتا ہے یہ خواہشات نیند میں ہوشیار ہو جاتی ہیں اور جب روح کا وہ حصہ جو معقول، تربیت یافتہ اور فطری تقاضوں کو قابو کیے ہوتا ہے، سو جاتا ہے تو وحشی انسان گوشت اور شراب سے بدمست بدلگام ہو جاتا ہے اور نیند کو ایک طرف کر کے اپنے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ افلاطون دبی ہوئی خواہشات، محبت اور خوابوں میں خواہشات کی تشفی جیسے حقائق کو تسلیم کرتا ہے، اس طرح فرائیڈ کا تجزیہ کوئی انوکھا نہیں۔

اگرچہ فرائیڈ کے نظریات کو تفصیل سے بتا دیا گیا ہے مگر قلت گنجائش کے سبب مزید تفصیل میں نہیں جا سکتے، البتہ اس کی تعلیمات کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔

خواب لاشعوری غیر تسلی یافتہ خواہشات کا مظہر ہیں۔ خوابوں کی تعبیر سے لاشعور کا دروازہ کھلتا ہے۔ جو خیالات شعوری نہیں ہوتے وہ مخفی ہوتے ہیں یا لاشعور کا حصہ ہوتے ہیں اس لیے وہ کہتا ہے کہ لاشعوری خیال وہ ہوگا جس کا ادراک ہم نہیں کر رہے ہوتے لیکن جس کا وجود دوسری کئی وجوہات کی بنا پر ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے خواب فضول اور بے فائدہ نہیں ہوتے۔ علت اور معلول کا قانون ہر جگہ لاگو ہے۔ لہٰذا خوابوں میں کوئی تجزیہ بغیر علت کے نہیں ہو سکتا۔ خواب کو کھیل کھلونا نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ رات کو، جب انسان دفتری یا گھر کے کام سے فارغ ہو کر یعنی اس وقت جب کہ محتسب کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے، آتے ہیں۔ خواب کو ایسے چور کی مانند سمجھنا چاہیے جو رات کی تاریکی کا انتظار کرتا ہے اور جو شعور پر رات کے اندھیرے میں ڈاکہ ڈالتا ہے۔ فرائیڈ کا کہنا ہے کہ خوابوں میں وہ سڑک جو لاشعور سے شعور کی طرف جاتی ہیں، محتسب کی مدافعت کے باعث بند ہو جاتی ہے۔ فرائیڈ کی خوابوں کی تعبیر کا ایک عجیب اور اہم پہلو یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ اکثر خوابوں میں انسان کے جنسی رجحانات کا بھی ذکر کرتا ہے اور یہ رجحانات یا جنسی ہیجانات شیر خواری میں بچے میں جنم لیتے ہیں اور اس کے لاشعور میں چلے جاتے ہیں اور خوابوں میں ہیجانات ہر صورت میں شہوانی ہوتے ہیں۔ مصنف فرائیڈ کے اس نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتا کیونکہ ہر خواب کی اساس جنسی نہیں ہوتی اور پھر آپ نے انبیاء کرام کے خوابوں کا بھی مطالعہ فرمایا ہے جن کا قرآن حکیم میں ذکر ہے، وہ قطعاً جنسی رجحانات کا نتیجہ نہ تھے بلکہ خوشخبری یا وحی کی صورت میں تھے۔ چنانچہ فرائیڈ مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے کہ ہر خواب جنسی خواہش کی عکاسی کرتا ہے۔ مزید وہ خوابوں کی تعبیر کا موجد بھی نہیں ہے۔ تعبیرالرویاء قدیم علم ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اس کے موجد تھے اور دیگر انبیاء کرام بھی۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں حضور نبی کریم ﷺ بھی خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ تاہم فرائیڈ کے خوابوں کے نظریہ نے نئے نظریات کے لیے راستہ ہموار کر دیا ہے (علم الرویا حضرت یوسف علیہ السلام کو بطور ایک معجزہ کے عطا ہوا تھا اگر اس زمانے میں لکھنے پڑھنے کا رواج عام ہوتا، کاغذ دستیاب ہوتا اور چھپائی کا انتظام بھی ہوتا تو حضرت یوسفؑ خوابوں کی تعبیر پر ایسی نایاب کتاب لکھ جاتے جس کی دنیا میں (نظیر) نہ ملتی)۔

خواب ہماری زندگیوں کا لازمی حصہ ہیں۔ ہم اپنی کل زندگی کے چھ سال خوابوں میں گزار دیتے ہیں۔ ماہر نفسیات ان پر مزید تحقیق کر رہے ہیں، مثلاً موجودہ تحقیق نے یہ بات غلط ثابت کر دی ہے کہ آر ای ایم یا گہری نیند (REM) میں جو جنسی ایستادگی ہوتی ہے وہ کسی جنسی خواب کی وجہ سے نہیں ہوتی جیسا کہ سگمنڈ فرائیڈ ہر خواب کا جنسی فعل یا تحریک سے واسطہ جوڑتا ہے۔ حالیہ تحقیق سے خوابوں کے کئی اور محرکات بھی سامنے آئے ہیں، مثلاً ایک یہ خیال بھی غلط ہے کہ عورتوں کو مردوں کے خواب آتے ہیں اور مردوں کو عورتوں کے جب کہ آدمیوں کے خوابوں میں 65 فی صد کردار مرد ہی ہوتے ہیں۔ کسی کو یقین نہیں کیوں؟ کوئی نہیں بتا سکتا کیوں؟ مزید یہ کہ ہماری نیند کے ماحول میں حسی محرکات (sonsory stimull) کا بھی عمل دخل ہوتا ہے، مثلاً جس کمرے میں ہم سو رہے ہوتے ہیں اس میں خوشبو ہو یا ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز ہو وہ (فوری طور پر) ہماری "خواب کہانی میں" شامل ہو جاتے ہیں اور نہایت عمدہ طریقے سے کہانی میں بنے جاتے

ہیں۔ ایک تجربے میں خواب دیکھنے والوں پر ٹھنڈے پانی کا ہلکا سا چھڑکاؤ کر دیا تو انہوں نے پانی کے متعلق خواب دیکھا، مثلاً کوئی آبشار، چھت کا ٹپکنا یا پھر کوئی آدمی دیکھا جو ان پر چھڑکاؤ کر رہا تھا۔ ان کے مقابلے میں اسی کمرے میں دوسرے لوگ بھی سو رہے تھے جن پر پانی کا ہلکا چھڑکاؤ نہ کیا گیا تھا، ان سب نے اپنے خوابوں میں پانی کا کسی بھی صورت میں ذکر نہ کیا یعنی انہوں نے اپنے خواب میں پانی بالکل نہ دیکھا۔

اگرچہ فرائیڈ نے کہا ہے کہ خواب انسان کی اندرونی کشمکش کو سمجھنے کی ایک چابی ہے۔ اس پر نقطہ چینی بھی ہوئی ہے کہ خوابوں کی تعبیر ایک اندھی یا بند گلی کی طرف جاتی ہے۔ بعض تو اس بات پر مطمئن ہیں کہ خواب خواہ تمثیلی ہی کیوں نہ ہوں، ان کی تعبیر کسی بھی طریقے سے ہو سکتی ہے جیسی کوئی چاہتا ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ خوابوں کی تعبیر میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے مثلاً خواب میں اگر کوئی شخص گن (gun) دیکھتا ہے تو وہ گن ہی ہے۔ فرائیڈ نے خود بھی اس بات کو تسلیم کیا تھا۔ وہ خود بھی سگار (cigar) پیا کرتا تھا اور کہا کہ بعض اوقات سگار محض ایک سگار ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلے اس نے گن کو جنس سے تعبیر کیا تھا۔ تاہم فرائیڈ کا یہ نظریہ کہ ہر خواب جنس کی آئینہ دار ہے یا جنسی خواہش کو ظاہر کرتا ہے، جدید تحقیق کی روشنی میں اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔

خوابوں کی دنیا نے ایک بحث کو جنم دیا ہے لیکن بحث کرنے والے سبھی اس بات پر متفق ہیں کہ خوابوں کے لیے ہمیں نیند کا آخری مرحلہ چاہئے، جسے آر ای ایم (Radid Eye Movement) کہا گیا ہے اور اس کے بارے میں آپ گذشتہ باب میں تفصیل سے مطالعہ فرما چکے ہیں۔ اس میں شک و شبہ نہیں کہ بیسویں صدی میں خوابوں پر تحقیق کی بدولت ان کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑی ہے اور بعض حقائق سامنے آئے ہیں مگر جدید تحقیق اور پیش رفت کے باوجود خوابوں کی دنیا کے کئی پہلو اب بھی اتنے ہی پراسرار ہیں جتنے کہ وہ قدیم زمانوں میں تھے جس کے سائنس کے پاس بہت کم جوابات ہیں، لہٰذا خوابوں کے پراسرار پہلوؤں کو سمجھنے کے لیے ماہرین نفسیات کو مزید تحقیق و تجربات کی ضرورت ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

نواں باب

جدید سائنسی علوم قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرتے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو بعثت کے وقت مختلف معجزات سے نوازا تھا۔ ان کا مقصد تھا کہ قدرتِ خداوندی کی یہ نشانیاں دیکھ کر لوگ انبیاء کا مقام جانیں اور ان کی حقانیت کو تسلیم کریں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات کی طرف راغب و رجوع کروانا بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کرام کو یہ معجزات عنایت فرمائے، وہ اُس زمانے کے کمالِ فن کے مطابق تھے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام جس قوم میں تشریف لائے وہ جادو کے فن میں کمال رکھتی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا گیا تھا جس کے بارے میں آپ تفصیل سے گذشتہ باب میں مطالعہ فرما چکے ہیں کیونکہ اس قوم میں خوابوں کی تعبیر بتانے کا علم عام تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قوم مجسمہ ساز تھی۔ ایسی مورتیاں بناتی کہ یوں لگتا جیسے کہ یہ ابھی بولنے لگیں گی۔ آپ نے اس قوم کو چٹان سے زندہ اونٹنی نمودار کر کے دکھائی جو دودھ دیتی تھی، اس سے وہ لوگ بے بس ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حکمت کا دور دورہ تھا۔ ان کی قوم حکمت یا بیماریوں کے علاج کرنے میں ماہر تھی، لیکن بعض بیماریاں ایسی تھیں جو لاعلاج تھیں مثلاً جزام کا مرض وغیرہ۔ آپ نے ان امراض کا علاج کر کے اور مُردوں کو زندہ کر کے ان کو بے بس کر دیا۔

جب نبی آخرالزماں، سرورِ کائنات، آقائے نامدار، محسنِ انسانیت، ہادیٔ دو جہاں، فخرِ کون و زمان، عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبرِ اعظم حضور ﷺ تشریف لائے تو شعر و شاعری کا دور دورہ تھا۔ عرب اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں تھے اور فخر کیا کرتے تھے اور غیر عربیوں کو عجمی یعنی گونگے کہا کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی فصاحت و بلاغت

کے کمالِ فن کو شکست دینے کے لیے اپنے محبوب ﷺ کو جو معجزہ عظیم عطا کیا وہ قرآن مجید ہے جسے سن کر عرب کے فصیح شعراء اور خطیب (ان میں سے ایک کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا) یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی یہ کلام کسی انسان کا نہیں۔ اس وقت بھی قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت کی پوری دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ قرآن حکیم حضور ﷺ پر اللہ کی طرف سے وحی کی صورت میں نازل ہوا۔ نزول کا کل عرصہ تقریباً 23 سال کا ہے۔ 13 سال تک جب آپ مکہ میں قیام پذیر رہے اور یہ سلسلہ 611 عیسوی کو شروع ہوا (تب بعثت کے وقت آپ کی عمر 40 برس تھی) اور 10 سال تک ہجرت کے بعد نزول کا یہ سلسلہ آپ کی رحلت (634 عیسوٰی) تک جاری رہا۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عالم انسانیت کی بہتری کے لیے ہر زمانے اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجے اور رسول خدا ﷺ کے بعد یہ عمل ختم ہو گیا ہے۔

فرماتے ہیں:

؎ شعلہ ہائے او صد ابراہیمؑ سوخت
تا چراغِ یک محمدؐ بر فروخت

پھر فرماتے ہیں:

؎ بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوؐ ست
اگر بہ اوؐ نہ رسیدی تمام بولہبی ست

پھر فرماتے ہیں جب کہ عرب جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھے

؎ تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن حکیم حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے لیکن معترضین، جن میں سے زیادہ تر عیسائی اور یہودی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور خصوصاً بعض متشرقین (Orientalists) نہیں مانتے اور نعوذ باللہ حضور ﷺ کی تصنیف کہتے ہیں۔ ان لوگوں میں آج بھی ان کے ہمزاد معترضین موجود ہیں جو حضور ﷺ پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ قرآن آپؐ نے خود ہی گھڑ لیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ایسے بھونڈے اعتراضات

Marfat.com

کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہی ان کا یہ کہنا ہمارے لیے کسی سند کا درجہ رکھتا ہے بلکہ یہ بات قرآن میں بطور ریکارڈ موجود ہے کہ زمانہ جہالت میں کس طرح عرب کے کافرین و ملحدین حضور ﷺ پر الزام تراشی کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل آیات میں یہی بات بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ: ان لوگوں کو جب ہماری آیات بینات سنائی جاتی ہیں اور حق ان کے سامنے آجاتا ہے تو وہ کافر اسے سحر صریح (کھلا جادو) قرار دیتے ہیں۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ تم نے یہ کلام خود تصنیف کر لیا ہے؟ انہیں کہہ دیجئے کہ اگر میں نے یہ کلام خود بنا لیا ہے تو تم مجھے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچا سکو گے۔ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے جو باتیں تم بنا رہے ہو، میرے اور تمہارے معاملات میں وہی شاہد عادل ہے وہ صاحب غفران اور صاحب رحمت ہے۔ (سورۃ الاحقاف 46، آیت 8,7)

زمانہ جہالت کے عرب ایسا کیوں کہتے تھے؟ وہ درحقیقت نئے دین (اسلام) کی اُٹھتی ہوئی لہر کے خلاف اپنے مفادات کی حفاظت نہ کر سکتے تھے اور ان کی سوچ یہ تھی کہ اگر کچھ مسلمانوں میں قرآن کی تصنیف کے بارے میں شک و شبہ پیدا کر دیا جائے (یا ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے) تو ہو سکتا ہے وہ اس کی اتھارٹی پر بھی شک و شبہ کریں۔

قرآن حکیم تمام الہامی مذہبی کتابوں میں ایک لاثانی کتاب ہے اور اس کے دو پہلو ایسے ہیں جنہیں قرآن کے دشمن بھی ماننے پر مجبور ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم اپنی اصلی یا ابتدائی اصلی زبان میں ہے اور اس کی زبان اب بھی زندہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کا سارا متن (Toxt) قابل اعتبار ہے، یہ غیر تبدیل شدہ ہے اور غیر مرتب شدہ ہے اور کسی بھی لحاظ سے بگڑی حالت میں نہیں ہے، جبکہ اس کے برعکس عیسائیوں کی انجیل کی زبان وہی نہیں جو اصل تھی یعنی موجودہ انجیل اپنی اصلی زبان

Marfat.com

میں موجود نہیں ہے۔ بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ 1161 عیسوی میں ہوا تھا اور موجودہ بائبل ابتدائی نسخوں کی زبان میں بھی نہیں۔ مزید یہ کتابیں یا نسخے کئی انسانی ہاتھوں کے کام ہیں یا تصانیف ہیں جو کئی نسلوں سے مرتب ہوتے آرہے ہیں، تبدیل ہوئے اور اضافے کیے گئے جو کسی خاص مذہبی گروہ (Sect) کی توضیحات کو فروغ دینے کے لیے کیے گئے تھے، لہٰذا ان کتابوں نے یعنی انجیل (عہد نامہ قدیم یا جدید) نے اپنی اتھارٹی کو کھو دیا ہوا ہے اور یہ جو کبھی الہامی کتاب کہلاتی تھی اب اس کے بارے میں مغربی دانشوروں کی بھی اِسی قسم کی رائے ہے اور اپنی کتابوں کو جانچنے اور پرکھنے کا جو پیمانہ انہوں نے استعمال کیا یعنی مغربی دانشوروں نے (اور ایسا انہوں نے دو صدیوں تک کیا) مگر یہ ثابت کرنے میں ناکام ہو گئے کہ قرآن بھی کئی نسلوں سے انسانی ہاتھوں کی تخلیق ہے۔ اگرچہ مسلمان بھی کئی مذہبی گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں لیکن جہاں تک قرآن کا تعلق ہے، یہ کلی طور پر محفوظ، اپنے ابتدائی الفاظ میں اور ویسا ہی ہے جیسا کہ یہ حضور ﷺ کی رحلت کے وقت تھا یعنی جب وحی الٰہی کا سلسلہ اختتام کو پہنچا تو اس وقت سے لے کر آج تک اس کے متن (Text) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

قرآن حکیم کا چیلنج

قرآن حکیم اپنی کئی آیات میں ان لوگوں کو چیلنج بھی کرتا ہے جو اس میں شک و شبہ رکھتے ہیں کہ وہ ایک سورۃ ہی بنا دیں جو قرآن کے مساوی ہو اور یہ چیلنج آج اکیسویں صدی میں اسی طرح موجود ہے جس طرح 1400 سال پہلے موجود تھا۔

انسانی دماغ اور ہاتھوں سے تخلیقات یا تخلیق شدہ نگارشات وقت کے دھارے میں بہہ جاتی ہیں، فیل ہو جاتی ہیں یا ماند پڑ جاتی ہیں اور ان کا اثر ختم ہو جاتا ہے، سٹائل آوٹ آف فیشن ہو جاتا ہے یا ان کا مضمون بھی متعلقہ نہیں رہتا۔ وہ اتنی عام ہوتی ہیں کہ ان کا انسانی تجربہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یا ان کا تعلق خاص حالات سے ہوتا ہے اور نتیجتاً ان کی عمومیت (generality) اور موزونیت (applicability) میں کمی آجاتی ہے۔ پھر ان میں کئی وجوہات کے لحاظ سے اچھے اور برے ارادوں کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ انسانی دماغوں اور انسانی ہاتھوں سے تحریر شدہ کتابوں کی محض محدود قدر و قیمت ہوتی ہے۔ یہی

وجہ ہے کہ قرآن کے چیلنج کا جواب آج تک نہیں دیا جا سکا۔ اگر تمام نوع انسانی تمام ذرائع استعمال کرتے ہوئے بھی اکھٹی ہو جائے خواہ تمام جنات بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں، یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ سب مل کر اس چیلنج کا جواب دے سکتے ہیں تو کیا وہ قرآن کا کوئی ایک حصہ بھی پیدا کر سکتے ہیں؟ نہیں! بالکل نہیں! قرآن کے اپنے الفاظ میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 88 کے ترجمہ کا مطالعہ فرمایئے، ارشاد ہوا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر مرئی کائنات کی تمام نوع انسانی اور غیر مرئی عالم کے جنات سب مل کر اجتماعی کوشش بروے کار لائیں کہ اس قرآن مجید کی طرح کا قرآن بنا لائیں، تو وہ ایسا ہرگز نہیں کر پائیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔ یقیناً ہم نے مختلف پیرایہ اظہار اختیار کر کے لوگوں کو قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں لیکن اکثریت نے ان تعلیمات سے انکار ہی کیا۔

دوسرا ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات (اس بات کے لیے) جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں اور ہم نے لوگوں کو (سمجھانے) کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کا عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کیے ہوئے نہ رہے۔

قرآن حکیم اس عظیم ہستی کی کتاب ہے جو علیم و بصیر ہے۔ قرآن حکیم خدا کا کلام ہے اور اس کا مبداء خدا کی ذات بابرکات ہے یعنی الہامی ہے[1] جیسا کہ آپ پہلے مطالعہ

---

[1] چنانچہ قرآن کا ماخذ و منبع انسانی ذہن نہیں بلکہ خدائی (Divino) ہے چونکہ انسان کا کام کبھی بھی مکمل (Porfect) نہیں ہوتا اس میں اصلاح کی جا سکتی ہے، اس کی ہمسری (ornulato) کی جا سکتی ہے اور انسانی معیار ہمیشہ قابل حصول (Roaltainablo) ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ہر لحاظ سے لاثانی ہے، حتمی (Dolnito) اور ناقابل نقل (Inimitablo) ہے۔

Marfat.com

فرما چکے ہیں کہ قرآن کا یہ چیلنج ہے کہ جو اسے نہیں مانتے وہ اس کے مساوی کوئی ایک سورت ہی بنا لائیں۔ چند لوگوں نے اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی مگر بری طرح فیل ہوئے۔ اس ضمن میں آپ کی خدمت میں دو واقعات کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔

پہلا واقعہ:

قرآن حکیم کے چیلنج کا جواب دینے کی ایک کوشش لبید ابن ربیہ (Labid Ibn Rabiyah) نے کی جو پیغمبر خدا ﷺ کا ہم عصر تھا اور اس وقت کے سات مشہور شعراء میں سے آخری شاعر تھا۔ وہ اتنا فصیح تھا کہ ایک دفعہ جب اس نے عکاظ (Ukaz) کے مشہور میلے میں اپنی نظم پڑھی تو دوسرے شعرا جو وہاں موجود تھے، لبید کی نظم سن کر اتنے سحر زدہ ہو گئے کہ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ قبل از اسلام عرب میں مشہور شاعروں کی بہت عزت و تکریم کی جاتی تھی۔ شاعری کا پیشہ بھی معزز سمجھا جاتا تھا۔ جب کوئی شاعر اپنی نظم خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا کر ان کے ایک سالانہ اجتماع میں آتا تھا تو لوگ اس کی بہت آؤ بھگت اور عزت افزائی کیا کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ سارا سال اس نظم کو پڑھتے رہیں۔

قبول اسلام سے قبل شاعر لبید نے قرآن کے جواب میں ایک نظم لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک مسلمان (صحابی) نے قرآن کی چند آیات نقل کر کے لبید کی نظم کے ساتھ لٹکا دیں۔ اس کے دوسرے روز لبید نے ان کو پڑھا تو وہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے برملا اعلان کر دیا کہ یہ کلام کسی فوق البشر کے ذہن کی تخلیق نہیں اور بغیر کسی مزید کوشش کے اس نے اسلام قبول کر لیا، لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ وہ عرب کا ایک مشہور شاعر تو تھا ہی مگر قرآن کی ادبی عظمت و فضیلت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے شاعری قطعاً ترک کر دی۔ جب بھی اس سے یہ کہا جاتا کہ اس نے شعر کہنا کیوں چھوڑ دیئے ہیں؟ تو اس کا جواب ہوتا تھا کہ قرآن کے بعد اب میری شاعری میں کیا بات ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خلیفہ دوم نے اس سے کوئی نظم پڑھنے کو کہا تو اس کا جواب تھا:

"جب خدا نے مجھ سے بہتر تراکیب (compositions)

قرآن حکیم میں دے دی ہیں تو میرا شعر کہنا بے معنی ہے۔"

دوسرا واقعہ:

مندرجہ بالا واقعہ سے بھی عجیب واقعہ ابن المقافہ (Ibn-al-Muqalfa) کا ہے جو 727 عیسوی میں فوت ہوا۔ وہ ایک ایرانی نژاد عظیم دانشور اور لکھاری تھا۔ قرآن کے نہ ماننے والوں نے اس سے کہا کہ وہ قرآن کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرے۔ وہ ایک نہایت غیر معمولی ذہین انسان تھا اور اسے خود پر کلی اعتماد تھا کہ ایک سال کے عرصے میں وہ قرآن کے مقابلہ میں ایک قرآن لکھے گا۔ اس مقصد کے لیے منکرین قرآن نے اس کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کیں تاکہ اس کی توجہ اسی کام پر مرکوز رہے اور وہ ترکیب کی طرف توجہ رکھے۔ چھ ماہ گزر گئے۔ بعض لوگ بڑے متجسس اور سرگرم تھے یہ جاننے کے لیے کہ کتنا کام مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا جب وہ ابن المقافہ کو ملنے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں قلم لیے بیٹھے ہوئے تھے اور سادہ کاغذ پر گھور رہے تھے اور اس کے اردگرد بے شمار کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ اس عالم و فاضل اور نہایت فصیح و بلیغ لکھاری نے اپنی سر توڑ کوشش کی کہ وہ قرآن کے مدمقابل ایک کتاب لکھے لیکن بری طرح ناکام ہوا۔ نہایت اضطراب کی حالت میں اس نے اعتراف کیا کہ ان چھ ماہ میں کام کرنے کے باوجود وہ ایک جملہ بھی نہ لکھ سکا تھا۔ وہ قرآن کی عظمت و فضیلت کے مدمقابل کتاب ترتیب نہ دے سکا چنانچہ ناامید ہو کر اس نے یہ کام چھوڑ دیا جو اسے سونپا گیا تھا۔ اس واقعہ کو ایک مستشرق ولاسٹن (Wollaston) نے اپنی کتاب (Muhammad and Doctrines) کے صفحہ 143 پر لکھا ہے۔ اس کے اپنے انگریزی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے کہ وہ کیا لکھتے ہیں۔

"Muhammad's boast as to the literary excellence of the Quran was not unfounded"

لیکن قرآن کا یہ چیلنج اب بھی موجود ہے۔ صدیاں بیت گئی ہیں اور کسی نے یہ قبول نہیں کیا کہ وہ قرآن کے "ہم پلہ" کتاب تحریر کرے گا اور آنے والی صدیوں میں بھی بلکہ قیامت تک کوئی بھی قرآن کے مساوی کتاب نہ لکھ سکے گا۔ قرآن کی یہ بے مثل حیثیت بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت کرتی ہے کہ اس کا مبداء و ماخذ خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

ذات با برکات ہے (It is of Divine Origin) اگر انسان میں یہ اہلیت ہے اور اس کی سوچ مثبت اور بامقصد ہے تو اس سچائی سے قائل ہونے کے لیے مذکورہ بالا دو مثالیں ہی کافی ہیں..... اور یہی قرآن کی معجزانہ فطرت تھی کہ عرب کے لوگ جو فصاحت و بلاغت میں اپنی کوئی نظیر نہ رکھتے تھے، غیر عربوں کو گونگے یا عجمی کہتے تھے وہی قرآن کی فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ خوبیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے۔

قارئین کرام! راقم الحروف نے اپنی کتاب "قرآن اور جدید سائنس" میں مختلف عنوانات کے تحت 266 قرآنی آیات دی ہیں جو درحقیقت قرآن مجید کو "وحی الٰہی" ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں اور آپ کے زیر مطالعہ موجودہ کتاب "قرآن کے جدید سائنسی انکشافات" میں بھی وہ ساری آیات جو اس میں شامل کی گئی ہیں، قرآن مجید کو "وحی الٰہی" ثابت کرتی ہیں لیکن یہاں ایک الگ باب لکھنے کا مقصد محض یہ ہے کہ اگر کوئی نومسلم یا غیر مسلم آپ سے یہ سوال کرے کہ آج اکیسویں صدی کے اس جدید سائنسی دور میں آپ کے پاس کیا ثبوت ہیں کہ "قرآن مجید" اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس باب میں درج شدہ قرآنی آیات اور ان کی سائنسی تاویلات (یا جدید سائنس کی روشنی میں تاویلات) سوال کرنے والے کو مطمئن کرنے کے لیے کافی ہوں گی خواہ وہ سائنس کا معمولی علم ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ پڑھنا لکھنا نہ جانتے تھے (جیسا کہ دوسرے انبیاء کرام بھی پڑھے لکھے نہ تھے)، آپؐ قرآنی آیات کو نزول کے بعد زبانی یاد کر لیا کرتے تھے اور پھر اپنے کسی ساتھی یا ساتھیوں کو سنا دیا کرتے تھے اور پھر ان کی کتابت کروا لیا کرتے تھے۔ پہلے کی آسمانی کتابیں ابتداً زبانی یاداشتوں، گیتوں اور قصوں کی شکل میں رہیں اور صدیوں بعد قلمبند ہوئیں جبکہ قرآن کریم ابتدائی دور میں ہی لکھ لیا گیا تھا۔ اس کی کتابت و حفاظت کا اہتمام دیکھیے کہ دوشنبہ ربیع الاول ۴ سنہ نبوی کو دوسری وحی نازل ہوئی۔ پنجشنبہ کو خالد بن سعید مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان سے حضور اکرم ﷺ نے کتابت شروع کرائی۔ اس طرح نزول وحیٰ سے چوتھے دن کتابت شروع ہوئی جو نزول قرآن کے اختتام تک برابر جاری رہی۔ حضرت زیدؓ بن ثابتِ کا بیان ہے "جب کوئی

Marfat.com

آیت نازل ہوتی تھی تو حضور ﷺ مجھ کو بلاتے تھے، میں حاضر ہوتا، آپ ﷺ لکھاتے، لکھا کر پھر سنتے، اگر کوئی جز لکھنے سے چھوٹ جاتا تو اس کو درست کراتے۔ جب یہ سب کام پورا ہو جاتا تب اشاعت عام کا حکم دیا جاتا۔" نبی کریم ﷺ نے حفاظت قرآن کے لیے ایک یا دو نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرام کے سپرد کتابت وحی کا کام کیا ہوا تھا تاکہ وقت پر ایک نہ ملے تو دوسرا اس کو انجام دے۔ تاریخ طبری میں چالیس کاتبین وحی کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ الکتانی نے بیالیس کاتبانِ وحی کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کو دیگر تمام الہامی کتابوں کے مقابلے میں یہ امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ قرآن مجید کے نزول سے لے کر آج تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن پاک ہر طرح کی تحریف سے پاک کیوں نہ ہو؟ ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک تو خود رب العزت نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحجر 15 کی آیت 9 میں ارشاد ہوا:

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (قرآن مجید) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی حفاظت، جمع و ترتیب اور کتابت کا سلسلہ نزول کے ساتھ ہی جاری ہو گیا تھا۔

دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم کے بھی واضح اشارے موجود ہیں لیکن جو سائنسی حقائق (scientific facts) موجود ہیں، وہ آج سے گذشتہ 1400 سال سربستہ راز تھے چونکہ اسوقت سائنسی حقائق کا علم نہ تھا اور یہ سائنسی حقائق آج ہم پر منکشف ہو رہے ہیں۔ یہاں ان سائنسی حقائق کا ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

بیسویں صدی میں سائنس دانوں نے عظیم دریافتیں کی ہیں مثلاً زمین ہی کو لیجئے جس کے بارے میں بہت ساری معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اسی طرح کائنات کے بارے میں بھی لیکن ہمیں قرآن حکیم میں کائنات کی تخلیق، نظام شمسی اور دوسرے سیاروں میں ممکنہ زندگی، ایٹم، بادلوں میں برق کی مقدار، پودوں میں نر اور مادہ، خلق سے انسان کی پیدائش، دنیائے حیوانات اور انسانی فنگر پرنٹ وغیرہ کا ذکر ہے جن کو یہاں بیان کیا جائے

Marfat.com

گا۔ چنانچہ وہ سائنسی حقائق جو انسان نے گذشتہ صدی میں دریافت کیے، اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے ذریعے حضور ﷺ کو اُن سے آگاہ کر دیا تھا۔

کائنات کی تخلیق

لوگوں نے ہمیشہ اس بات پر حیرانی کا اظہار کیا ہے کہ یہ دنیا (کائنات) کیسے وجود میں آئی اور کیا اس کا کوئی انجام[1] بھی ہوگا؟ ایسے سوالات صدیوں سے بلکہ جب سے انسان نے ہوش سنبھالا ہے، اس کے ذہن میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ علم کائنات یا "آسمان کا علم" (Cosmology) سائنس کی ایک ایسی برانچ ہے جس کا تعلق کائنات کے اصل یا مبداء (origin)، موجودہ ساخت (structure)، ارتقا (evolution) اور اس کے انجام کے متعلق ہے۔ ماہر علم کائنات، کائنات کے بارے میں ایسے کائناتی ماڈلز (cosmological models) پیش کرتے ہیں جن کے ذریعے وہ ایسے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً یہ کہ کائنات کیسے شروع ہوئی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کون سی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور مستقبل میں اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ۔

کائنات کی تخلیق کے جو ماڈلز (models) یا نظریات پیش کیے جاتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- عظیم دھماکے کا نظریہ (Theory of Big Bang) یا ماڈل
2- مستقل حالت کا نظریہ (Theory of Steady State) یا ماڈل
3- ارتعاشی نظریہ (Theory of Oscillation) یا ماڈل

مندرجہ بالا دو نظریات، عظیم دھماکے کا نظریہ اور مستقل حالات کا نظریہ پچھلے 60 سالوں سے سنجیدگی سے زیر غور ہے مگر مشاہداتی شہادتیں عظیم دھماکے کے حق میں ہیں۔

1- عظیم دھماکے کا نظریے: اس نظریے کے مطابق ہماری کائنات آج سے 15 تا 20

---

[1] اس دلچسپ موضوع پر مصنف کی کتاب "کائنات اور اس کا انجام" کا مطالعہ فرمایئے جو جنگ پبلشرز، لاہور نے شائع کی اور فیروز سنز سے بھی دستیاب ہے۔

Marfat.com

ارب سال پہلے (بعض مصنفین 13 تا 15 ارب سال شمار کرتے ہیں) شدید دھماکے سے پھٹ گئی اسی لیے اس واقعہ کو انگریزی میں بگ بینگ (Big Bang) کہا جاتا ہے۔ اس دھماکہ سے قبل ہماری موجودہ کائنات کا تمام مادہ (matter) اور اشعاع (radiation) ایک ابتدائی آتشی گولے (Primeval Fireball) میں بند تھی[1] جو شدید ترین درجہ حرارت اور کثیف ترین حالت میں تھی، دھماکے کے بعد موجودہ کائنات پھیلی۔ ابتدائی مادہ جو الیکٹرانوں اور پروٹانوں پر مشتمل تھا، تیزی سے پھیلا، قدرے ٹھنڈا ہوا اور کئی لاکھوں سال بعد یہ سیاروں، ستاروں اور کہکشاؤں میں مکثف (condensed) ہو گیا اور اُس وقت سے لے کر آج تک کائنات نے پھیلنا جاری رکھا ہوا ہے اور تمام کہکشائیں ہم سے دور بھاگتی جا رہی ہیں۔ ابتدائی کائنات کا تخلیقی مادہ ہائیڈروجن گیس تھی (جو کہ بادل کی صورت میں پیدا ہوئی ہو گی)۔ چنانچہ ان کہکشاؤں میں نئے ستارے اب بھی پیدا ہو رہے ہیں اور یہ وہی ہائیڈروجن استعمال کرتے ہیں جو عظیم دھماکہ کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ مستقبل میں ابتدائی ہائیڈروجن ستاروں میں استعمال ہو جائے گی تب تمام ستارے اور کہکشائیں اپنی چمک اور درخشندگی کھو دیں گے یعنی چمکنا بند ہو جائیں گے اور یہ زمین اور حسین و جمال کائنات تاریکی میں ڈوب جائے گی اور بلیک ہول میں تبدیل ہو جائے گی یعنی اپنے انجام کو پہنچ جائے گی (تفصیلی مطالعہ کے لیے کائنات کا انجام کیا ہو گا مصنف کی کتاب "کائنات اور اس کا انجام" کا مطالعہ فرمایئے)۔ تاہم بگ بینگ نے وقت اور خلا کو جنم دیا۔

وہ بنیادی مفروضہ (assumption) جو ہم کائنات (Cosmos) کو سمجھنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اسے کائناتی اصول (Cosmological Principle) کہتے ہیں۔ اس اصول کے تحت کائنات بڑے پیمانے پر کسی بھی جگہ کسی بھی وقت ایک جیسی رہتی ہے اور ایک انسان اپنی مختصر زندگی میں کائنات کے خدوخال میں (جسے وہ دیکھتا رہتا ہے) کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

ع : سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم

---

[1] زیادہ تر ماہر فلکیات کا دعویٰ ہے کہ کائنات جو کہ ناقابل اعتبار حد تک بہت گرم تھی اور توانائی سے بھرپور تھی تو یہ دھماکہ سے نہیں پھیلی بلکہ ایک پھکار (flash) کی صورت میں باہر کی طرف پھیلنا شروع ہوئی۔

مشاہدہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خلا میں ہر سمت میں کہکشاؤں کی تعداد برابر ہے جو بے پناہ رفتار سے ہم سے دور بھاگ رہی ہیں۔ کیا اس کا مطلب ہے کہ ہماری کہکشاں کائنات کا مرکز ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! اگر آپ کسی دوسری کہکشاں میں چلے جائیں تو آپ ہر سمت میں تقریباً برابر تعداد میں کہکشائیں دیکھیں گے جو آپ سے دور بھاگ رہی ہوں گی۔

کائناتی اصول اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ ہمیں فرض کرنے میں معاون ثابت ہو رہا ہے کہ کائنات کا ایک چھوٹا حصہ (زیر مطالعہ) اُس کائنات کے حصے کی بھی نمائندگی کرتا ہے جو غیر مرئی (Invisible) ہے۔ چنانچہ اس سے ہم ساری کائنات کی توضیح کر سکتے ہیں۔ اب آیئے قرآن حکیم کی طرف کہ وہ کائنات کے بارے میں کیا فرماتا ہے:

ارشاد ہوا:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: کیا کفار یہ نہیں دیکھتے کہ آسمان اور زمین باہم تخلیقی وحدت تھے۔ ہم نے انہیں الگ الگ حیثیت دی اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا، تو کیا یہ مانتے نہیں۔

دوسرا ترجمہ: کیا یہ کافر نہیں دیکھتے کہ آسمان اور زمین آپس میں باہم ملے ہوئے تھے (یعنی تخلیق کی ایک اکائی کے طور پر) پیشتر اس کے کہ ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔ (یہاں سماوات (Heavens) سے مراد پوری کائنات بھی ہے اور یہ لفظ قرآن حکیم میں کئی جگہ آیا ہے)، کیا وہ پھر بھی یقین نہیں کریں گے؟

(سورۃ الانبیاء 21، آیت 30)

جیسا کہ آپ عظیم دھماکے کے نظریہ میں پڑھ چکے ہیں کہ کائنات شروع میں ہائیڈروجن گیس کا ایک بادل تھی جو کہکشاؤں، ستاروں اور سیاروں میں تقسیم ہو گئی یعنی پہلے باہم ایک اکائی (Unity) کے طور پر ملے ہوئے تھے، بعد میں ان کو الگ الگ کر دیا۔ قرآن حکیم میں دھماکے کا ذکر نہیں ہے مگر "دخاں" یا دھواں کا ذکر ضرور ہے (جس کے بارے میں آپ قرآن اور جدید سائنس میں مطالعہ فرما چکے ہیں سورۃ حم السجدہ 41 آیت 11)۔ لہٰذا یہ نظریہ قرآن کے ارشاد کے بہت ہی قریب ہے۔ مزید جہاں تک آسمان اور زمین

کے باہم ملنے کا تعلق ہے، یہ بات اب دریافت ہوئی ہے کہ جو عناصر زمین میں پائے جاتے ہیں وہی عناصر سورج اور دوسرے ستاروں میں بھی موجود ہیں، مثلاً اس وقت جو عناصر ہماری زمین میں دریافت ہوئے ہیں ان کی تعداد 103 ہے اور ان میں سے 90 سے زائد سورج میں پائے گئے ہیں۔ یہ معلومات سورج کی روشنی کے طیف (Spectrum) سے حاصل ہوئی ہیں (طیف کا ذکر بعد میں آئے گا)۔ سب سے پہلے ہائیڈروجن کی مقدار ہے جو 73.4 فی صد ہے، اس کے بعد ہیلیم 25 فی صد، کاربن 0.3 فی صد، نائٹروجن 0.1 فی صد، آکسیجن 0.8 فی صد، نی اون 0.1 فی صد، میگنیشیم 0.05 فی صد، سلیکان 0.07 فی صد، سلفر یا گندھک 0.04 فی صد اور لوہا 0.2 فی صد ہے۔ یہ وہ عناصر ہیں جو بہت زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں سورج میں سوڈیم بھی موجود ہے چنانچہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے اور تمام سائنس دان اس بات پر متفق ہیں کہ سورج اور زمین کا مبداء ایک ہی ہے اور یہی بات دوسرے ستاروں اور سیاروں پر بھی صادق آتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہائیڈروجن گیس کے بادل ہی کو "دخان" کہا گیا ہے چونکہ اس وقت عرب کے لوگ گیس (gas) کے لفظ سے واقف نہ تھے اور اس سائنسی حقیقت کا علم 1400 سال پہلے نہ ہو سکا جس کا انکشاف جدید سائنس کے ذریعے اب ہوا ہے۔

2- مستقل حالت کا نظریہ: اس نظریہ یا ماڈل کے تحت یہ کائنات نہ تو ارتقا پذیر ہے اور نہ ہی وقت کے ساتھ ساتھ اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے، نہ اس کا کوئی آغاز ہے نہ اختتام۔ کوئی ماضی حال مستقبل نہیں۔ کائنات ہمیشہ سے ایسی ہے اور ایسی رہے گی۔

یہ نظریہ ایک مکمل کائناتی اصول کو اپناتا ہے کہ کائنات بڑے پیمانے پر ہر جگہ اور تمام اوقات میں اور اس کی کثافت (density) ہمیشہ ایک جیسی ہی ہے۔ بہت سارے ماہر فلکیات اس نظریے کو پسند نہیں کرتے چونکہ یہ بنیادی مشاہدات کی نفی کرتا ہے بغیر بتائے کہ ہائیڈروجن کہاں سے پیدا ہو رہی ہے؟ (جو کائنات کو مستقل حالت میں رکھتی ہے) اور ایسی تخلیق فزکس کے بنیادی قانون بتائے توانائی (The law of consorvation of onorgy) کی بھی نفی کرتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ ایک منفرد نظام میں توانائی نہ تو پیدا کی جا سکتی ہے اور نہ ہی تباہ کی جا سکتی ہے، البتہ اس کے نظام میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

وہ ماہر فلکیات جو اس نظریہ کو پسند کرتے ہیں، وہ اس کی فلسفیانہ اپیل ہو سکتی ہے چونکہ یہ ایسی کائنات کی تشریح و توصیف کرتا ہے جو ہمیشہ سے تھی اور مستقبل میں ہمیشہ ایسی رہے گی۔

اگر ہم اس نظریہ کو اسلام کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو بھی یہ نظریہ رد ہو جاتا ہے۔ چونکہ اسلام یا دوسرے الہامی مذاہب میں بنیادی اور اولین عقیدہ ہی خدا کا تصور ہے اور ساری کائنات کا خالق بھی وہی ہے۔ کائنات کا ایک آغاز ہے اور اس کا اختتام بھی ہونا چاہیے اور قرآن حکیم اس موضوع پر تفصیلی روشنی ڈالتا ہے اور آخرت کی دنیا کو ہمیشہ رہنے والی دنیا قرار دیتا ہے، البتہ ایسے سائنس دان جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے مستقل حالت کا نظریہ زیادہ پسندیدہ ہے چونکہ وہ کائنات کے خالق کی نفی کرتے ہیں او یہ نظریہ ان کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔

3- ارتعاشی یا جھولنے کا نظریہ: اس نظریہ یا ماڈل کے مطابق کائنات عظیم دھماکے (The Big Bang) سے شروع تو ہوئی پھیلنا شروع بھی ہوئی مگر یہ ہمیشہ پھیلتی نہ جائے گی۔ تجاذبی قوت (Gravity Force) اس کے پھیلاؤ کو روک دے گی۔ اس ماڈل کے مطابق یہ کائنات ہمیشہ باہر کی طرف جھولے کی طرح جھولتی (oscillating) ہے اور پھر ایک طویل مدت کے بعد اندر کی طرف جھولے گی۔ ماضی میں بھی یہ جھولتی تھی اور آیندہ مستقبل میں بھی یہ جھولے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کے دو فیز (phase) ہیں: ایک پھیلاؤ (expansion) اور دوسرا سکڑاؤ (contraction)۔ اس وقت ہم اس کے پھیلاؤ کے فیز (حالت) میں ہیں اور یہ گذشتہ 15 تا 20 بلین سالوں سے تھرتھرا (oscillate) رہی ہے، جب سے عظیم دھماکہ ہوا۔ مستقبل میں ہماری پھیلی ہوئی کائنات آہستہ ہو جائے گی اور بالکل ٹھہر جائے گی اور پھر یہ سکڑنا شروع کرے گی۔ جونہی یہ سکڑے گی تو تمام کہکشائیں ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یکے بعد دیگرے اندر کی طرف سکڑتی جائیں گی اور پھر ان کا تمام مادہ بند (packed) ہو جائے گا جس طرح عظیم دھماکے سے پہلے تھا یعنی ایک آگ کا گولہ بن جائے گا تو پھر دوسرا دھماکہ ہو گا اور اسی مادے سے ایک نئی کائنات وجود میں آ جائے گی۔ کائنات کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا یہ

Marfat.com

عمل جاری رہے گا اور کائنات ہمیشہ جھولتی رہے گی۔ اس نظریہ کے تحت بھی کائنات کا کوئی انجام نہیں لہٰذا یہ بھی قرآن حکیم کے بعض حقائق سے متصادم ہے، مگر کائنات کی دوبارہ تخلیق قرآن حکیم کے اس ارشاد کے قریب ہے کہ نئی دنیا پیدا ہوگی جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گی اور ایسا قیامت کو ہوگا۔

لیکن متذکرہ بالا تینوں نظریات کے بارے میں یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ کون سا نظریہ درست ہے؟ تینوں نظریات غیر یقینی صورتِ حال سے دو چار ہیں یعنی ان کے تصدیق کرنے میں کہ کون سا نظریہ یقیناً درست ہے، لیکن قرآن حکیم نے واضح طور پر بتا دیا کہ کائنات کی تخلیق کا ابتدائی مادہ دخان (ہائیڈروجن گیس) کا ایک بادل تھا جس سے یہ کائنات وجود میں آئی اور اس کا انجام بھی ہوگا۔ پھر زمین اور آسمان باہم ملے ہوئے تھے بعد میں ان کو الگ الگ کر دیا۔ تخلیق کائنات کے اس نظریے پر تمام ماہرین فلکیات متفق ہیں۔

زندگی کی تخلیق

اس موضوع پر تیسرے باب میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ قرآن ہی کے حوالے سے اب آپ سورۃ الانبیاء کی آیت 30 کا آخری حصہ دوبارہ پڑھیے "ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ کیا وہ پھر بھی یقین نہیں کریں گے؟" حیاتیاتی تجربات و مشاہدات کی رُو سے پہلے ابتدائی زندگی سمندروں کے پانیوں میں شروع ہوئی (صفحہ 94) اور وہ واحدۃ الخلیہ (Single Cell) مخلوق تھی۔ اس کے بعد پھر زندگی کی اعلیٰ اقسام کا ارتقا ہوا اور آہستہ آہستہ حیوانی زندگی خشکی کی طرف حرکت کر گئی۔ اس نظریہ کو "نظریہ ارتقا" کا نام دیا گیا۔ آج کی جدید سائنس حیاتیات میں تحقیق اور پیش رفت کے باوجود انسان کی تخلیق کی تشریح کرنے سے قاصر ہے۔ قرآن حکیم نے ٹھیک ٹھیک الفاظ میں بتا دیا کہ ارتقاء کی بنیاد کیا ہے؟ اور وہ ہے پانی۔ متذکرہ بالا آیت کو ہم ایک اور زاویے سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ پانی زندگی کی تمام اقسام کے لیے نہایت ہی ضروری ہے اور زندگی کے کارواں کو رواں دواں رکھنے کے لیے بہت سارے کیمیائی تعاملات (chemical reactions) بھی

پانی ہی کی بدولت واقع ہوتے ہیں، نہ صرف شروع ہوتے ہیں بلکہ جاری بھی رہتے ہیں۔ پانی کے بہت سارے خواص ہیں جو اسے زندگی کی بنیاد بناتے ہیں۔ اس کا نقطہ پگھلاؤ کم اور کھولاو زیادہ ہے اور اس کی حرارت مخصوصہ (specific heat) بھی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ درجۂ حرارت کو ایک محدود سلسلہ میں رکھتا ہے یا اس میں رکھنے کا رجحان ہے، خصوصاً اگر ہم سمندروں کے حوالے سے اس سائنسی حقیقت کا جائزہ لیں۔ زمین کی[1] سطح کا تقریباً 3/4 پانی سے ڈھکا ہوا ہے اور پانی اپنے اندر آکسیجن کی ایک خاص مقدار کو حل بھی کر لیتا ہے جس سے سمندری جانوروں کا زندہ رہنا ممکن ہے۔ پانی ہی ایک عام چیز ہے جس کے جمنے سے حجم میں کمی کی بجائے اضافہ ہو جاتا ہے اور اس سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ زندگی کے تمام پروٹوسیس پانی میں جاری رہتے ہیں خواہ وہ منجمد ہی کیوں نہ ہو جائے۔ شدید سردی میں بھی پانی کی بالائی منجمد شدہ سطح ایک طرح کا غیر موصل میٹیریل بن جاتی ہے اور اس جمی ہوئی تہ کے نیچے سمندری جاندار زندہ رہ سکتے ہیں (کرہ ارض پر 72 فی صد پانی ہے۔ حیاتیاتی تجربات کی رُو سے زندگی کے پہلے مادے "پروٹوپلازم" میں 80 تا 85 فی صد پانی ہے)۔ پانی کے ان تمام خواص کو قرآن حکیم نے محض ایک سطر میں بیان فرمادیا ہے کہ

"ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔"

کائنات کا ارتقاء

جیسا کہ آپ کائنات کی تخلیق کے بارے میں پڑھ چکے ہیں کہ عظیم دھماکے کے بعد کائنات پہلے گیس کا ایک بادل تھی (جو درحقیقت ہائیڈروجن گیس پر مشتمل تھا) جو بہت زیادہ دباؤ اور درجہ حرارت پر تھا، جس سے بذریعہ ادغام یا امتزاج (fusion) تمام عناصر معرض وجود میں آگئے اور ستاروں، سیاروں اور کہکشاؤں کی صورت میں الگ الگ ہو گئے۔ قرآن حکیم میں بہت ہی واضح طور پر بتادیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی حکمت ہے کہ اگر ہماری زمین چپٹی (flat) ہوتی یا ہموار ہوتی تو یہ 1000 تا 7000 فٹ پانی کے نیچے ہوتی۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ
ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ
فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ
وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝

ترجمہ: آپؐ فرمادیں کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو، یہی ہے سارے جہانوں کا رب اور اس نے اس (زمین) میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں چار دنوں میں ان کی خوراکیں مقرر کیں۔ یکساں تمام سوال کرنے والوں کے لیے۔ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا، تم دونوں آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے، ان دونوں نے کہا، ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں۔

(سورۃ حٰمٓ السجدہ 41، آیت 9 تا 11)

قرآن حکیم نے گیس (gas) کی نسبت لفظ "دخان" (smoke) استعمال کیا ہے کیونکہ اگر اس کا استعمال کیا جاتا تو 1400 سال پہلے لوگوں کے لیے لفظ گیس کا سمجھنا مشکل ہوتا۔

کائنات کا پھیلاؤ

عظیم دھماکے کے نظریہ میں آپ نے مطالعہ فرمایا کہ دھماکے کے بعد تمام کہکشائیں بے حد رفتار سے ہم سے دُور بھاگ رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کائنات پھیل رہی یا وسعت اختیار کر رہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھ (قدرت) سے بنایا اور بے شک ہم وسیع القدرت ہیں (یعنی ہم ہی خلائی وسعت کی تخلیق کرنے والے ہیں)۔

(سورۃ الذاریات 51، آیت 47)

خلا ہمارے تصور سے بھی وسیع ہے اور یہ بہت زیادہ چھدرّی (sparse) ہے۔ اس لحاظ سے کائنات کی کثافت بہت ہی کم ہے (مثلاً ایک ایٹم فی مکعب فٹ)۔ اس کائنات میں ستارے اور کہکشائیں ایک دوسرے سے بے پناہ نوری فاصلوں پر موجود ہیں اس لیے پھیلاؤ کے دوران ان کے مابین قطعاً تصادم نہیں ہوتا اور ایک نوری سال $6x10^{12}$ یعنی 6 ٹریلین میل یا 9.46 ٹریلین کلومیٹر (تقریباً 10 ٹریلین کلومیٹر) ہے۔

کائنات پھیل رہی ہے، اس کا سائنسی ثبوت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے آپ اپنے ذہن میں قوسِ قزح کا تصور کیجئے جو عموماً بارش کے بعد خوبصورت سات رنگوں میں آسمان پر نظر آتی ہے۔ سائنس کے طالب علم جانتے ہیں کہ جب روشنی کو کسی منشور (prism) میں سے گزارا جائے تو یہ رنگ دار پٹی بناتی ہے یا رنگ دار طیف (spectrum) خارج ہوتا ہے اور اس طیف کے رنگ کم ہونے والی طول موجوں (wavelengths) کے لحاظ سے سرخ، سنگترہ، زرد، سبز، نیلا، نیل (indigo) اور بنفشی ہیں یعنی تمام روشنی ان سات رنگوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ رنگوں کے اس طیف کے ایک سرے کو سرخ سرا (Red End) اور دوسرے سرے کو نیلا سرا (Blue End) کہتے ہیں۔ نیلے سرے کی طرف چھوٹے طول موج کی لہریں ہوتی ہیں جب کہ سرخ سرے کی طرف لمبے طول موج کی لہریں ہوتی ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی ستارہ ہماری طرف آرہا ہو تو اس کی روشنی کی لہریں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں جسے بلیو شفٹ (Blue Shift) کہتے ہیں اور اگر کوئی ستارہ ہم سے دور جارہا ہو یا مخالف سمت میں بھاگ رہا ہو تو اس کی روشنی سے نکلنے والی لہریں لمبی معلوم ہوتی ہیں جسے ریڈ شفٹ کہتے ہیں۔ اسے درحقیقت ڈوپلر شفٹ بھی کہتے ہیں اور یہ کرسچین ڈوپلر (Doppler) نے دریافت کی۔ یہ ایک اثر (effect) ہے جسے اردو میں ڈوپلر اثر کہہ سکتے ہیں، اس کا اطلاق لہروں کی حرکت سے ہے۔ جب لہروں کا منبع (source) اور ایک مشاہدہ کرنے والا ایک دوسرے کی طرف حرکت کر رہے ہوں یا ایک دوسرے سے دور جارہے ہوں تو لہریں تبدیل ہوتی ہوئی ظاہر ہوتی ہیں یا شفٹ ہوتی ہوئی ظاہر ہوتی ہیں۔ اس "اثر" سے ہم ان لہروں کی رفتار معلوم نہیں کر سکتے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی کہکشاں کا زمین سے فاصلہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے مگر پہلی جنگ عظیم

Marfat.com

کے بعد 1929ء میں ایڈون ہبل (Edwin Hubble ،1889ء تا 1953ء) ایک امریکی ماہر فلکیات نے ایک قانون وضع کیا جسے قانون ہبل کہتے ہیں۔ اس کے ذریعے کہکشاؤں کا زمین سے فاصلہ دریافت کیا جاتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ماہر فلکیات نے بہت ساری کہکشاؤں کے طیف (spectra) کا مطالعہ شروع کیا اور بہت جلد انہوں نے معلوم کر لیا کہ طیف کے خطوط طیف (Spectral Lines) طویل یا لمبی طول موج کی طرف شفٹ ہو گئے تھے اور اس ریڈ شفٹ (Red Shift) کا مطلب تھا کہ کہکشائیں ہم سے دُور ہو رہی ہیں جسے انگریزی میں "ری سیڈنگ" (receding) کہتے ہیں۔ اس قانون کے تحت کوئی کہکشاں جتنی ہم سے دور ہو گی اتنی ہی تیز رفتار سے یہ ہم سے دور ہو رہی ہو گی۔ ہبل نے یہ حساب بھی لگایا کہ اگر کوئی کہکشاں (galaxy) ہم سے ایک ملین نوری سال کے فاصلے پر واقع ہو تو وہ 168 کلو میٹر فی سال کے حساب سے بھاگ رہی ہو گی، اگر دو ملین نوری سال کے فاصلے پر ہو گی تو وہ دوگنی رفتار سے بھاگ رہی ہو گی۔ اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اٹھتا ہے کہ کائنات ہر لحاظ سے پھیل رہی ہے یا اس میں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ مندرجہ ذیل پانچ کہکشاؤں یا مجمع النجوم پر مشاہدات کیے گئے اور ان کی پیچھے جانے کی رفتار (Velocity of Recession) معلوم کی گئی جو مندرجہ ذیل ہے۔

Red shifts and corresponding velocities of five galaxies.

Cluster Nebula in	Distance in Light Year	Red Shift
1. Virgo	55 million	750 miles/sec.
2. Ursa Major	700 million	9300 miles/sec.
3. Corona Borealis	1 billion	13400 miles/sec
4. Bootes	1.8 billion	24400 miles/sec
5. Hydra	2.8 billion	3800 miles/sec

کائنات میں (چھوٹی بڑی) 100 ارب کہکشائیں ہیں اور یہ تمام ایک دوسری سے دُور ہو رہی ہیں جس کے نتیجے میں ہماری کائنات ایک غبارے کی مانند پھیل رہی ہے۔ یہ پھیلاؤ کب تک رہے گا؟ کائنات کا وہ حصہ جسے ہم دیکھ سکتے ہیں، وہ مرئی کائنات (Visible Universe) کہلاتی ہے، یہ مزید 1 تا 3 ارب نوری سال تک پھیلتی جائے گی۔

Marfat.com

یہ عظیم دھماکے کے نظریے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ دوسرا ثبوت کائنات میں ہیلیم (Helium) کی بڑی مقدار ہے اور اس نظریے کے مطابق ابتدائی ذرات نے ہیلیم اور ہائیڈروجن گیس بنائی اور ہائیڈروجن کے ہر 12 ایٹموں کے مقابلے میں ایک ایٹم ہیلیم کا تھا۔ 1995ء میں خلائی شٹل کے اوپر ایک دوربین فٹ تھی جس نے بین النجوم (interstellar) گیسوں کی مقدار معلوم کی تھی جس کی دریافت کے مطابق جو اندازہ لگایا وہ ہر 12 ہائیڈروجن ایٹموں کے لیے ایک ایٹم ہیلم کا تھا (1 Helium atom for every twelve Hydogen atoms)۔ تیسرا بڑا ثبوت کائناتی پس منظر اشعاع (Cosmic background radiation) ہے جو عظیم دھماکے کے بعد سے چھوڑی ہوئی ہے اب ٹھنڈی ہو چکی ہے مگر اب بھی خلاؤں میں موجود ہے اور جدید سائنسی آلات نے اس کی نشان دہی کی ہے بلکہ تصاویر بھی بنادی ہیں۔

اب قرآن حکیم کی سورۃ الذاریات کی آیت 47 پر دوبارہ غور فرمایئے:

"اور آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور بے شک ہم وسیع القدرت ہیں (یعنی ہم ہی ہیں جو خلا کی وسعت کی تخلیق کرنے والے ہیں)۔

اللہ! اللہ! یہ کتنی بڑی سائنسی حقیقت ہے جس کی صداقت سے قرآن کے دشمن بھی رُوگردانی نہیں کر سکتے۔ کیا محض یہی ایک آیت قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں؟ وہ تمام حقائق جو اوپر بیان کیے گئے ہیں، اِس آیت سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

نظام شمسی کی حرکت

ارشاد ربانی ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

Marfat.com

ترجمہ: اور سورج اپنی قرار گاہ پر (اپنے مقررہ راستہ پر) چلتا رہتا ہے۔ یہ اللہ غالب و دانا کا نظام (مقرر کردہ) ہے اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے (پہلی کا باریک سا چاند)۔ نہ سورج کی مجال کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات (کی مجال) کہ پہلے آ سکے دن سے اور سب اپنے (اپنے) دائرہ (مدار) میں گردش کرتے ہیں۔ (سب اپنے اپنے گھیرے میں چل رہے ہیں)۔

(سورۃ یٰسین 36، آیت 38 تا 40)

سورج اپنے سفر پر گامزن ہے اور سال کے 365 دنوں میں اپنی گردش مکمل کر لیتا ہے اور اس کا یہ دور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات نے مقرر کر رکھا ہے۔ اس آیت میں سائنسی حقائق اسی وقت منکشف ہوئے جب ماہرین فلکیات نے اس حقیقت پر اتفاق کیا کہ تمام سماوی اجسام اپنے اپنے مدار میں حرکت کر رہے ہیں جبکہ 1400 سال پہلے یہ حقیقت کسی کو معلوم نہ تھی۔ اس آیت سے مداروں (orbits) کا تصور بہت واضح ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ سورج بھی ایک مدار میں حرکت کر رہا ہے۔ یہ بالکل حالیہ سائنسی دریافت ہے اور آج یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نظام شمسی ہماری کہکشاں (The milky way) کے ایک کنارے (edge) پر ہے۔ نظام شمسی کیا ہے؟ نظام شمسی میں 9 سیارے، 63 قمر (حالیہ اعداد و شمار)، 6 بڑے سیارچے (asteroids) جن کا قطر 186 میل (300 کلو میٹر ہے)، چھوٹے سیارچے، دُم دار ستارے (comets) اور شہاب ثاقب ہیں جو سورج (ایک درمیانی جسامت کا ستارہ) کے گرد خلا میں محو گردش ہیں۔ خلائے بسیط میں ان تمام سماوی اجسام کے مابین اَن گنت خاکی ذرات، گرد و غبار اور گیس ہے۔ گرد و غبار دم دار ستاروں سے آتی ہے اور گیس زیادہ تر شمسی آندھی سے آتی ہے جو سورج سے باہر کی طرف چلتی ہے۔ سورج نظام شمسی کا مرکز ہے۔ اس کی طاقتور کشش ثقل تمام سیاروں کو اپنے سے دور نہیں جانے دیتی، لہٰذا سورج کا سارا خاندان مقررہ فاصلوں پر مقررہ مداروں میں سورج کے گرد محو سفر ہے۔ سورج جب خلا میں سفر کرتا ہے تو یہ سیاروں اور دوسرے سماوی اجسام کو جو نظام شمسی میں موجود ہیں، اپنے ساتھ ہی رکھتا ہے

اور اس کی رفتار 20 کلو میٹر (10 میل) فی سکینڈ ہے جو کہ ایک بندوق کی گولی سے کئی گنا تیز ہے۔ یہ بات آپ کے لیے خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ سورج کی بھی دو گردشیں ہیں۔ ایک محوری گردش اور دوسری مداری (orbital)۔ سورج اپنے تمام خاندان (سیاروں) کے ساتھ ہماری کہکشاں (The Milky Way Galaxy) کے گرد 563000 میل فی گھنٹہ (1250 کلو میٹر فی سکینڈ) محو گردش ہے اور ہماری کہکشاں کے مرکز کے گرد اپنا دور مکمل کرنے کے لیے اسے 200 ملین سال کی ضرورت ہوگی۔ ہماری کہکشاں بھی خلا میں 1000,000 (دس لاکھ) میل فی گھنٹہ کے حساب سے ہائیڈرا (Hydra) کہکشاں کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے نظام شمسی کے علاوہ اور بھی نظام ہائے شمسی (solar systems) ہیں اور ان میں بھی سورجوں کے گرد سیارے محو گردش ہوں گے۔ ان سماوی اجسام کی گردشیں بھی قانون کے مطابق ہیں۔ ایک جرمن ماہر فلکیات جوہنز کپلر (Johannes Kepler 1571ء تا 1630ء) نے سیاروں کی حرکات کے تین قوانین دریافت کیے تھے۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورج، چاند، سیارے، ستارے، کہکشائیں سبھی حرکت میں ہیں اور اپنے اپنے مقررہ راستوں پر ایک مقررہ مدت میں اپنا سفر مکمل کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس آیت میں سورج کے سفر کی مثال دی ہے جو باقی کائنات میں موجود سماوی اجسام کی گردش کی ایک طرح سے نمائندگی کرتا ہے اور یہ بیضوی راستے ہیں جن پر یہ گامزن ہیں، بقول اقبالؔ:

؎ بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے
کہتے ہیں جسے سکوں نہیں ہے
رہتے ہیں ستم کش سفر سب
تارے، انسان، شجر، حجر سب

نزول قرآن کے وقت اس حقیقت کا علم نہ تھا جن کا آج ہمیں علم ہوا ہے کہ کائنات کی ہر چیز سفر میں ہے۔

؎ ٹھہرتا نہیں کاروان وجود!
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

؎ فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

؎ ہر شے مسافر، ہر چیز راہی
کیا چاند تارے، کیا مرغ و ماہی

کائنات میں زندگی

ایک سوال جو بہت زیادہ گرما گرم بحث کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ آیا کائنات کے کسی گوشے میں زندگی ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر مصنف کی کتاب "کائنات اور اس کا انجام" مطالعہ فرمایئے۔ عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ کم از کم 10 لاکھ سیاروں میں سے ایک پر زندگی ہوگی جہاں کی آب و ہوا اور موسمی حالات ہماری اپنی زمین کی مانند ہوں گے اور پھر اس شرح کے حساب سے کم از کم اتنی وسیع و عریض کائنات میں 100 بلین (ساری کائنات میں) سیارے (Planets) تو ہوں گے۔ جہاں تک ہمارے نظام شمسی کا تعلق ہے تو سوائے زمین کے اور کسی بھی سیارے پر انسان یا انسان جیسی مخلوق نہیں ہے۔ انسان کاربن سے بنا ہوا ہے یعنی اس کی ساخت میں کاربن کا بڑا عمل دخل ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ ان سیاروں پر یا کائنات کے کسی اور سیارے پر دوسری قسم کی زندگی موجود ہو مثلاً سلیکان (Silicon) پر مبنی زندگی، جسے ہم شناخت نہیں کر سکتے۔ سائنسدانوں کو یقین ہے کہ دوسری قسم کی زندگی سلیکان چکر (Cycle) پر مبنی ہو سکتی ہے یا پھر ایسی مخلوق ہو جو گیسوں میں زندہ رہنے کی عادی ہو مثلاً ایسی فضا جو امونیا یا میتھین گیسوں پر مشتمل ہو (انسان ان گیسوں میں زندہ نہیں رہ سکتا)۔ قرآن حکیم بہت واضح الفاظ میں بتا دیتا ہے، ارشاد ہوا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ: اور اس کی آیات بینات میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور وہ تمام مخلوقات جو اس نے آسمانوں اور زمین میں پھیلا رکھی ہے (اسی طرح) وہ اس مخلوق کو جب

چاہے اکٹھا کرنے پر قادر ہے۔ (سورۃ الشوریٰ 42، آیت 29)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

ترجمہ: مرحلہ در مرحلہ سات آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں، عالم ممکنات کی کوئی شے نہیں جو اس خدائے عزوجل کی حمد و تسبیح نہ کرتی ہو البتہ تم تسبیح کو نہیں سمجھ پاتے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ (تمہاری کوتاہی فکر و عمل کے باوجود) صاحب علم ہے، وہ صاحب غفران ہے۔

دوسرا ترجمہ: اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے، کوئی چیز نہیں مگر (ہر شے) پاکیزگی بیان کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بردبار بخشنے والا ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 44)

پھر ارشاد ہوا:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں جس قدر بھی (مرئی و غیر مرئی مخلوقات بستی ہے) سب کی سب اپنی اپنی گردنوں میں اس (رحمانیت عظمیٰ) کی عبدیت کا قلادہ ڈالے اس کے حضور پیش ہوگی۔ (سورۃ مریم 19، آیت 93)

لہٰذا قرآن حکیم نے یہ نشاندہی کر دی ہے کہ دوسرے سیاروں پر زندگی ہو سکتی ہے۔ حالیہ تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ زمین پر زندگی کی بعض اقسام ایسی فضا کی عادی ہو سکتی ہیں جیسی فضا مریخ (Mars) پر پائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم مزید ایک مختلف قسم کی زندگی کے بارے میں بھی بیان کرتا ہے جو آگ پر مبنی ہے یعنی اس کی تخلیق کا مادہ آگ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ

ترجمہ: اور جنات کو شعلہ آتش (آگ کے شعلے) سے پیدا کیا۔

(سورۃ الرحمٰن 55، آیت 15)

سائنسی نقطہ نگاہ سے یہ یقینی طور پر ممکن ہے، کیونکہ سائنس نے اس سوال کا جواب اب دینا شروع کیا ہے کہ زندگی کیسے معرض وجود میں آئی؟ آنے والے وقتوں میں ہم جان جائیں گے جب یہ دکھانے کے لیے سائنس میں مزید پیش رفت ہو گی کہ اس آیت نے آج سے 1400 سال پہلے کیا کہا تھا۔

جان کے معنی "جن" کے ہیں۔ ایک مخلوق جو انسان کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے۔ جن کے معنی ڈھانپنا اور پوشیدہ رکھنا کے ہیں۔ لہٰذا اس مادے سے جو لفظ آتے ہیں سب میں پوشیدگی کے معنی پائے جاتے ہیں چنانچہ "جنین" اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں ہو اور قبر کو بھی کہتے ہیں، جنہ گھنے باغ کو بھی کہتے ہیں جو زمین کو ڈھانپ لے۔ جنون اور جنہ اس بیماری کو کہتے ہیں جو عقل کو پوشیدہ کر دے۔ جن کا استعمال کبھی لفظ "انس" کے مقابلہ پر ہوتا ہے۔ اس صورت میں اس سے مراد ہر روحانی مخلوق ہے، خواہ وہ فرشتے ہوں یا شیطان ہوں۔ اسی بنا پر تمام فرشتے بھی جن ہیں اور کبھی اس سے مراد فقط روحانی نہیں بلکہ جسمانی بھی ہے۔ وہ مخصوص روحانی مخلوق ہوتی ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اور عرف عام میں "جن" کہلاتی ہے۔ جنات کے بارے میں سائنس بالکل خاموش ہے، چونکہ یہ غیر مرئی (Invisible) مخلوق اور مافوق الفطرت ہے، البتہ راقم الحروف نے اپنی کتاب "قرآن اور جدید سائنس" میں ان کے بارے میں ممکنہ توضیح پیش کر دی ہوئی ہے۔

ہوا کی مقدار اور بلندی میں تعلق

یہاں ایک ایسی آیت کی مثال دی جاتی ہے جس میں ایک نہایت ہی دلچسپ طریقے سے سائنسی حقیقت بیان کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

Marfat.com

صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو جس کی ہدائیت منظور ہوتی ہے تو (اپنی عنایات بے غایت سے) اس کا سینہ (حقائق معرفت) اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے ضلالت کی دربدری مقدر کرنا ہوتی ہے تو اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے، گویا کہ وہ بلندی پر ہانپ ہانپ کر چڑھ رہا ہے۔

دوسرا ترجمہ: پس اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے، اس کا سینہ تنگ بھنچا ہوا (نہایت تنگ) کر دیتا ہے گویا کہ وہ زور سے (بمشکل) آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

(سورۃ الانعام 6، آیت 125)

اس آیت کی آخری سطر پر توجہ فرمایئے۔ سادہ توضیح ظاہر کرتی ہے کہ اگر کسی کو آسمان کی طرف چڑھنا ہو تو اس کی چھاتی بند اور تنگ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آج ہم جانتے ہیں اور یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ جوں جوں ہم بلندی پر جاتے ہیں فضائی دباؤ (pressure) کم ہوتا جاتا ہے اور ہوا کی فراہمی بھی کم ہو جاتی ہے یعنی آکسیجن کم ہو جاتی ہے اور اس میں سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے اور یہی سائنسی حقیقت ہے جو مذکورہ آیت میں دی گئی ہے۔ (اس آیت میں آکسیجن گیس کی بھی پیش گوئی کر دی گئی ہے)۔

ایٹم کی مزید تقسیم

اُنیسویں صدی تک یہ تسلیم کیا جاتا تھا کہ ایٹم (جوہر) ہی مادے کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے۔ بعد میں اس نظریے کو رد کر دیا گیا اور آج ہم جانتے ہیں کہ ایٹم (atom) کے مزید حصے ہو سکتے ہیں جو اس سے بھی بہت ہی چھوٹے ذرات ہیں، مثلاً اس کے مزید چھوٹے ذرات الیکٹران، پروٹان، نیوٹران، اور میزان وغیرہ ہیں (اس وقت ماہرین طبیعیات نے کل 32 ذرات معلوم کر لیے ہیں، 16 مثبت اور 16 منفی جو ایٹم کے مرکز میں ہوتے ہیں)۔ قرآن حکیم بھی یہی بیان کرتا ہے کہ ایٹم چھوٹے سے چھوٹا ذرہ نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: تمہارے رب ذوالجلال کی نظر سے ذرہ برابر چیز خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں، مخفی نہیں ہے۔ چھوٹی سی چھوٹی چیز اور بڑی سے بڑی چیز کتاب مبین میں محفوظ ہے۔

دوسرا ترجمہ: "تمہارے رب سے غائب ایک ذرہ برابر بھی زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا، مگر روشن کتاب میں (محفوظ) ہے۔

(سورۃ یونس 10، آیت 61)

"آسمان میں ہو یا زمین میں" سے مراد ساری کائنات ہے۔ ذرّہ کے معنی ایٹم (جوہر) کے ہیں "اور نہ اس سے چھوٹا" سے مراد ایٹم کی مزید تقسیم ہے یا تقسیم در تقسیم ہے جیسا کہ آج ہم جانتے ہیں۔ مزید یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ ایٹم اپنے بنیادی خواص کو کائنات کے کسی بھی خطے میں (خواہ سورج میں خواہ زمین میں) برقرار رکھے گا، بقول اقبالؔ

؎ حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے، اگر ذرے کا دل چیریں

بادلوں کے برقی خواص

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ

ترجمہ: اے مخاطب کیا تو دیکھتا نہیں کہ قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ (دوش بر ہوا) پارہ ہائے سحاب (بادلوں کے ٹکڑوں کو) رواں کرتا ہے، پھر انہیں باہم پیوست کرتا ہے اور تہ بہ تہ (سحاب مرکوم) بنا دیتا ہے جس میں تجھے بارش ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

دوسرا ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے، پھر وہ انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو دیکھے ان کے درمیان سے بارش نکلتی ہے۔

(سورۃ النور 24، آیت 43)

"پھر باہم انہیں پیوست کرتا ہے پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے۔" اس جملے کی سائنسی لحاظ سے بہت اہمیت ہے۔ اس حقیقت کا اس وقت تک پتہ نہ چل سکا جب تک کہ بنجمن فرینکلن (Benjamin Franklin) نے بادلوں کے برقی خواص ثابت نہ کیے۔ اب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کچھ بادلوں میں مثبت برق ہوتی ہے اور بعض میں منفی۔ جب ہوا ان دونوں کو اکٹھا کر دیتی ہے تو اس کے نتیجے میں (مثبت اور منفی برق کے ملاپ سے) بجلی کی چمک پیدا ہوتی ہے اور ساتھ ہی بارش شروع ہو جاتی ہے اور بادل نیوٹرل (neutral) یا تعدیلی ہو جاتے ہیں۔ یہی حقیقت قرآن حکیم میں مزید ایک جگہ بیان کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: اور ہم نے (پانی سے) بھری ہوئی ہوائیں بھیجیں۔ پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا پھر وہ ہم نے تمہیں پلایا اور تم اس کے خزانے (جمع) کرنے والے نہیں۔

دوسرا ترجمہ: ہم نے بادلوں کی حامل ہوائیں بھیجیں، پھر ہم نے آسمان سے پانی اُتارا، تمہیں اس سے سیراب کیا (اس ذخیرہ کو جو آبشاروں دریاؤں، نہروں کی صورت میں میسر ہے) جمع کرنے والے تم نہیں ہو۔ (سورۃ الحجر 15، آیت 22)

(اس آیت کریمہ کے دونوں تراجم میں مفسرین نے "لواقح" کے معنی "پانی سے بھری ہوئی" یا "بادلوں سے بھری ہوئی" کیا ہے لیکن "لواقح" سے مراد بار آور (Bearing Pollen) ہوائیں بھی ہے۔ زیرگی یا بار آوری (Pollintion) کا عمل یہ ہے کہ ایک جگہ سے نر پھولوں کا بور مادہ پھولوں کے بور پر لے جانا، لہٰذا اِس عمل کو بہت سارے عوامل پورا کرتے ہیں، لیکن پودوں کو بار آور کرنے کا ایک اہم عامل ہوائیں ہیں اور یہ بھی ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت ہے جو اس آیت سے واضح ہے۔ مزید یہ کہ پودوں میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

بارش کے دوران مٹی کی ساخت میں تبدیلیاں

مٹی کے بارے میں آپ تیسرے باب میں تفصیل سے مطالعہ فرما چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں مٹی کے لیے چار الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ 1-ارتھ (earth)، 2-گراؤنڈ (ground)، 3-کلے (clay)، 4-سائیل (soil)۔ زمین کی بالائی سطح کو سائیل کہتے ہیں جو درحقیقت پودوں کی نمو اور افزائش کے لیے نہایت ضروری ہے لیکن تمام اقسام کی مٹی مسام دار ہوتی ہے۔ جب باران رحمت ہوتی ہے تو ان کے سالموں سے ہوا خارج ہو جاتی ہے اور پانی اس کی جگہ لے لیتا ہے یعنی پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے، اگرچہ چکنی مٹی (clay) میں آہستہ آہستہ جذب ہوتا ہے لیکن اگر اس میں ریت ملی ہوئی ہو تو پانی خاصی مقدار میں جذب ہو جاتا ہے۔ بارش سے زمین کے ذرات بھی اُلٹ پلٹ ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم اس مظہر کو بھی بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوا:

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝

ترجمہ: اور تم زمین کو بے آب (وگیاہ اور خشک) دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر پانی کی بارش کرتے ہیں، تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور (نشوونما کی قوت سے) اُبھرتی ہے اور اس میں گوناگوں خوشنما نباتات پیدا کرتی ہے جڑوں میں۔

دوسرا ترجمہ: اور تو زمین کو دیکھتا ہے خشک پڑی ہوئی، پھر جب ہم نے اس پر پانی اُتارا تو وہ تر و تازہ ہو گئی اور ابھر آئی، اور وہ اگالائی ہر قسم کا جوڑا رونق دار (نباتات کا)۔

(سورۃ الحج 22، آیت 5)

اس آیت کریمہ میں انسان کی توجہ زمین کی حالت کی طرف دلائی جا رہی ہے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ بالکل خشک، بے جان اور مرجھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے بعد مینہ برستا ہے تو وہ تر و تازہ ہو جاتی ہے اور نرم ہو کر پھول جاتی ہے۔ پھر اس کے اندر سے طرح طرح کے میوے، غلے، پھل پھول جوڑوں کی صورت میں نکل پڑتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور یہ

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی وحی الٰہی ہے۔

پودوں میں مختلف جنس

یہ بالکل معلوم نہ تھا کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں یعنی پودوں کی زندگی میں دو مختلف قسم کی جنسیں یا اصناف (sexes) ہوتی ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح حیوانات میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ تاہم یہ سائنسی حقیقت قرآن حکیم میں آج سے 1400 سال پہلے بتادی گئی تھی جیسا کہ صفحہ 247 پر سورۃ الحج 22 کی آیت 5 میں بتادیا گیا ہے اور ماہرین نباتات اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے دونوں تراجم کا آپ نے مطالعہ فرمایا ہے اور یہ تراجم دو مستند مفسرین نے کیے ہیں مگر انہوں نے "زوج" کا ترجمہ "ہر قسم یا "گوناگوں" نباتات کیا ہے۔ دوسرے ترجمے میں "جوڑے" کا لفظ آیا ہے مگر ان مفسرین کے ذہن میں یہ بات نہ آسکی کہ جوڑے سے مراد درحقیقت نر اور مادہ سے ہے، لہٰذا بعض مفسرین نے "زوج" کا ترجمہ "ہر قسم" یا "گوناگوں" کر کے ایک بہت بڑی سائنسی حقیقت کو نظر انداز کر دیا۔ وجہ یہی تھی کہ وہ سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ پودوں اور درختوں میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں، بہرحال یہ ایک ٹھوس سائنسی حقیقت ہے جو گذشتہ صدی میں ثابت ہوئی۔

فطرت کا توازن

دوسرے باب میں "زمین پر زندگی کا حیرت انگیز توازن" کے عنوان پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ باب فطرت میں توازن کی بھی نمایندگی کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

ترجمہ: اور کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم نہیں اتارتے مگر ایک مناسب انداز سے۔

دوسرا ترجمہ: ہمارے پاس تو ہر چیز کے ذخائر اور خزائن ہیں اور ہم انہیں ضرورت کے مطابق معینہ انداز سے انسان کے لیے نازل کرتے رہتے ہیں۔
(سورۃ الحجر 15، آیت 21)

Marfat.com

مزید ارشاد ہوا:

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝

ترجمہ: اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک اندازہ سے ہے۔ (سورۃ الرعد 13، آیت 8)

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک مناسب تناسب (proportion) میں ہے۔ یہ بات کائنات کے بنیادی خواص میں رکھ دی گئی ہے کہ کائنات میں عناصر کا ٹھیک ٹھیک تناسب ہو، مثلاً آپ نے پڑھا ہے کہ آکسیجن کی مقدار تبدیل نہیں ہوتی اور یہ ہر حالت میں 20.9 یا 21 فی صد تک رہتی ہے۔ اگر آکسیجن اس سے کم ہوتی تو زندگی کا کارواں رواں دواں نہ رہتا۔ اگر آسمانی بجلی (صاعقہ) مناسب مقدار سے زیادہ ہوتی تو یہ ایک سارے جنگل کو جلا دیتی۔ اسی طرح فطرت میں کاربن اور نائٹروجن کا چکر توازن کی اہم مثالیں ہیں۔ دوسرے باب میں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ ایک اور آیت جس کی تاویل اس کتاب کے صفحہ 50 پر کی گئی ہے، یہ پودوں میں عناصر کا تناسب یا توازن بھی بیان کرتی ہے۔ سورۃ الحجر 15 کی آیت 19 کا ترجمہ دوبارہ ملاحظہ فرمایئے۔ (عربی متن کے لیے دیکھئے کا صفحہ 50)

ترجمہ: اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیئے اس پر بوجھ (پہاڑ) اور اس میں ہر چیز اندازے سے اگائی گئی۔ (سورۃ الحجر 15، آیت 19)

علامہ اقبالؔ نے فرمایا ہے:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

سمندر کی گہرائی میں اندھیرے

اب یہ حقیقت معلوم ہے کہ جونہی ہم سمندر میں 300 فٹ کی گہرائی سے مزید گہرائی میں جاتے ہیں تو پھر وہاں کسی بھی چیز کا دیکھنا ناممکن ہو جاتا ہے چونکہ وہاں پر مستقل تاریکی ہوتی ہے۔ روشنی کی شعاعیں اس گہرائی سے آگے نہیں جا سکتیں۔ پھر سمندر کی اس گہرائی میں روئیں (currents) ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ تھالیں

Marfat.com

(Billows) بہ نسبت سطح سمندر پر جھالوں کے اکثر زیادہ شدید ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے سمندری آب دوزوں کے لیے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرآن حکیم یہ حقائق بطور ایک توضیح کے بیان کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

ترجمہ: یا ان منکرینِ حق کی ان تاریکیوں کی سی مثال ہے جو سمندر کی گہرائیوں میں موج در موج اتری ہوئی ہوں۔ (آسمان پر) بادلوں کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہو (گویا) تو بر تو اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، کوئی شخص اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ معرفت سے بے نصیب رکھا ہو اس کے لیے روشنی کہاں؟

(سورۃ النور 24، آیت 40)

یعنی (کافروں کی مثال ایسی ہے) جیسے گہرا سمندر جس میں ایک تو پانی کی گہرائی کا اندھیرا، پھر موجوں کے طوفان کا اندھیرا جو ایک پر ایک چڑھی چلی آتی ہیں پھر اس میں موجوں کے تلاطم کے اندھیرے پر بادل کی تہیں چھائی ہوئی ہیں پھر رات کا وقت۔ غرض اندھیرے پہ اندھیرا ہر طرف سے چھایا ہوا ہے، ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ کوئی شخص اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں کے سامنے لائے تو اسے اندھیرے میں دکھائی نہ دے کہ ہاتھ کہاں ہے؟ غرض اسے کہیں سے روشنی کی ذرا سی بھی جھلک نہیں ملتی۔ سچ ہے روشنی کا منبع تو اللہ عزوجل ہے۔ جو اس کی طرف سے غافل ہو گیا، اس کے پاس روشنی کا کیا کام۔ جب تک آدمی کا دل اللہ پر ایمان نہ لائے اور اللہ اسے روشن نہ کرے اسے روشنی نصیب نہیں ہو سکتی۔

آپ دوبارہ اس آیت کریمہ کے ترجمہ پر نگاہ ڈالیں تو سمندروں کے بارے میں ان چند سطور میں سائنسی معلومات کا خزانہ پنہاں ہے، مگر یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے زمانے میں سمندر کے بارے میں تحقیق بالکل نہ تھی کہ انسان سمندر

Marfat.com

کی گہرائیاں دیکھ سکتا جہاں پر اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے مگر اب بحری سائنس یا بحری انجینئرنگ کا مضمون بھی جامعات میں پڑھایا جارہا ہے۔

دُنیائے حیوانات

اٹھارویں صدی عیسوی تک یہ خیال کیا جاتا تھا کہ انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو ذہین ہے، غور و فکر کا عادی ہے اور دوسرے جانداروں کے بارے میں یہ خیال تھا کہ وہ صرف اپنی جبلت (Instinct) سے متحرک ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک فرانسیسی فلسفی دے کاخت ((Descartes 1595ء تا 1660ء) نے ایک نظریہ پیش کیا تھا کہ حیوانات ایک پیچیدہ مشین ہیں جن میں دماغی سرگرمی نہیں ہوتی۔ بعد میں ایک برطانوی سائنس دان چارلس ڈارون (1809ء تا 1882ء) نے ثابت کیا کہ حیوانات میں بھی سوچنے (فکر کرنے) کی صلاحیت موجود ہے، اگرچہ سوچنے کی یہ اہلیت ایک حیوان کی دوسرے حیوان سے مختلف ہوسکتی ہے۔ یہ حقیقت قرآن حکیم میں واضح طور پر بتادی گئی تھی۔ سورۃ الانعام 6 کی آیت 38 پر غور فرمایئے جو پہلے بھی اس کتاب کے صفحہ 116 پر دی گئی ہے۔ آپ کی سہولت کے لیے اس آیت کو ترجمے کے ساتھ دوبارہ درج کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَٰبِ مِن شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

ترجمہ: اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ہے اور نہ کوئی پرندہ اپنے دونوں پاؤں سے اڑتا ہے مگر ہر ایک تمہاری طرح امت ہے۔ ہم نے لکھنے میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر اپنے رب کے سامنے سب جمع ہوں گے۔

دوسرا ترجمہ: کرہ ارض پر چلنے پھرنے والا حیوان ہو یا دو پروں پر اڑنے والا طائر تم انسانوں ہی کی طرح گروہ در گروہ ہے۔ ہم نے ان کے دائرہ کار کے تعین میں کوئی کوتاہی نہیں کی ان سب کو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے۔

اس آیت کریمہ میں "امم امثالکم" کے معنی ہیں تم جیسی اُمتیں، یعنی تمہاری طرح گروہ ہیں۔ ارشاد ہے کہ دنیا میں خشکی اور تری میں چلنے پھرنے والی اور ہوا میں اڑنے

Marfat.com

والی سینکڑوں قسم کی مخلوق ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مخلوق ایک جیسی ہی اُمت ہے جیسا انسان ہے۔ ہر ایک کے لیے اس دنیا میں رہنے سہنے کے الگ الگ قاعدے مقرر ہیں اور ہم نے وہ قاعدے مقرر کر کے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دیئے ہیں اور ان میں سے ایک بات بھی بغیر لکھے نہیں چھوڑی، آخر کار سب اپنے پروردگار کے سامنے اکٹھے ہوں گے۔

اُمت کا انگریزی ترجمہ "کمیونٹی" (community) ظاہر کرتا ہے کہ حیوانات کے مابین بھی سماجی تعلقات موجود ہوتے ہیں اور اس کے لیے جس ذہنی فیکلٹی کی ضرورت ہے، وہ یہ رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر چیونٹیاں اور شہد کی مکھیاں ہیں جو حیوانی گروہ کے تصور کی تائید کرتی ہیں۔

علم جنین یا جنینیات

قرآن حکیم میں جنینیات (Embryology) کا بھی ذکر ہے۔ قرآن حکیم نے بار بار ایسے سائنسی حقائق کو بیان کیا ہے، مثلاً قرآن حکیم میں حمل ٹھہرنے (conception)، جنین کی نشوونما (growth of the embryo) اور پیدائش کا بیان ہے۔ اسلام کے مطابق انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی جیسا کہ قرآن حکیم میں بتایا گیا ہے اور انسانی انواع (human species) کے بڑھانے کا ذکر ہے..... ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

ترجمہ: (ارشاد ہوا کہ) ہم نے بلاشبہ انسان کی تخلیق پانی میں ملی ہوئی مٹی کے جوہر (خلاصہِ گل) سے کی ہے۔ پھر ہم نے ایک محفوظ مقام میں اسے نطفہ (آب صافی قطرہ قطرہ کر کے گرنا) بنا کر رکھا پھر اسے خون بستہ کی شکل دی ("خون بستہ" کی بجائے "بارور شدہ بیضہ" کہا جائے تو مناسب ہوگا) پھر اسے علقہ (پارہ لحم، گوشت کی بوٹی) بنا دیا پھر اس میں ہڈیاں بنائیں، انہیں گوشت پہنایا۔ ایک نئی صورت میں بنا دیا، سو اللہ تعالیٰ بڑا

Marfat.com

ہی برکتوں والا اور بہترین تخلیق کار ہے۔ (سورۃ المومنون 23، آیت 12 تا 14)

(انسان کی پیدائش کے یہ سارے مراحل مثلاً بارودری کا عمل، رقیق مادہ، بارور شدہ بیضہ کا استقرار، جنین کا ارتقاء میڈیکل سائنس کی جدید ترین تحقیقات اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ متذکرہ بالا آیت جنین (Embryo) کی نشوونما کے مراحل اسی طرح بیان کرتی ہے جیسے وہ واقع ہوتے ہیں۔ آخری جملہ "ایک نئی صورت میں بنا دیا" (انسان کو) نہایت اہمیت کا حامل ہے اور آج کے حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائی مراحل میں دودھ دینے والے جانوروں کے جنین شکل و صورت میں ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ مختلف صورتوں میں فروغ پاتے ہیں اور یہ بات قابل بیان ہے کہ یورپ کے ایک معالج نے اسی آیت کو پڑھ کر اسلام قبول کیا تھا۔

بچے کی جنس معلوم کرنا

مندرجہ ذیل آیت پر توجہ فرمایئے:

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ۝ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۝

ترجمہ: کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کو بغیر کسی مقصد کے چھوڑ دیا جائے گا؟ (احتساب روز حشر کے بغیر چھوڑ دیا جائے گا) کیا وہ مادہ تولید (منی) کا ایک قطرہ نہ تھا جو ٹپکائی گئی اور پھر وہ ایک جونک کی طرح منجمد قطرہ خون بن گیا او پھر خدا نے اسے ایک مناسب تناسب میں بنایا (پورا انسان بنایا اور اعضا ٹھیک کیے) اور اس سے دو جنسیں مرد اور عورت بنائے۔

دوسرا ترجمہ: "کیا انسان گمان کرتا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک نطفہ (قطرہ) نہ تھا (جو رحم مادر میں) ٹپکایا گیا۔ پھر وہ جما ہوا خون ہوا (بارور شدہ بیضہ ہوا) پھر اس نے اسے پیدا کیا، پھر اسے درست (اندام) کیا، پھر اس کی مرد اور عورت دو قسمیں بنائیں۔ (سورۃ القیامہ 75، آیت 36 تا 39)

آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ آدمی کا مادہ تولید (somon) ہی بچے کی جنس

(sex) کا تعین کرتا ہے اور یہ حقیقت اب سائنسی دنیا کو معلوم ہو چکی ہے، جب سے بچے کی جنس میں کروموسومز (chrmosomes) کی دریافت ہوئی ہے۔ یہ کروموسومز صرف مادہ تولید (semen) میں ہوتا ہے اور یہ واضح ہے کہ قرآن حکیم کے انفرادی الفاظ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ کروموسومز، ڈی این اے (DNA) پر مشتمل ہوتے ہیں اور بیسوی صدیں کے آخر میں جینز (genes) پر تحقیق نے میڈیکل سائنس اور بیالوجی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ یہ سب پیشرفت آپ "جنیٹک انجینئرنگ" کے تحت چوتھے اور پانچویں باب میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔

سپرم کی شکل و صورت

سپرم (Sperm) کے معنی بھی مادۂ تولید کے ہیں۔ سپرم کی اصلی صورت کا علم نہ تھا جب تک کہ خوردبین ایجاد نہ ہوئی تھی، تاہم قرآن حکیم نے 1400 سال پہلے اسے بیان کر دیا تھا، ارشاد ربانی ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون (بارور شدہ بیضہ) سے بنایا۔

دوسرا ترجمہ: ارشاد ہوا (جبریل) نے حضورؐ سے کہا) پڑھیے اسے پروردگار عالم کے نام سے (جو کائنات ہستی کے) نظام تخلیقات کا مرکز (محور ہے) جس نے انسان کی تخلیق خون بستہ (بارور شدہ بیضہ) سے کی۔ (سورۃ العلق 96، آیت 1 تا 2)

لفظ "علق" کی تشریح پہلے بھی اس کتاب کے صفحہ 97 پر دی گئی ہے۔ "علق" کے معنی عربی میں ایک قسم کا چھوٹا کیڑا ہوتا ہے جس کی صورت سپرم (Sperm) سے ملتی جلتی ہے۔ ہمارے مفسرین کرام "علق" کے معنی جما ہوا خون (clot) بتاتے ہیں، لیکن بعض دانشور اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ جدید حیاتیات کی تحقیق کے مطابق انسانی جنین (Fetus) کا مطالعہ کیا گیا، قرار حمل سے لے کر بچے کی پیدائش تک (ایک نہایت ہی چھوٹے کیمرے سے) مگر وہاں پر کسی قسم کا جمے ہوئے خون کا کوئی قطرہ نہیں ہوتا (بچے

Marfat.com

کے ابتدائی نشوونما) کے مراحل میں۔ پرانے وقتوں میں لوگوں نے غلط اندازہ لگایا، چونکہ اس وقت رحم مادر کے اندر کے مطالعے کے لیے کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اگر ذریعہ تھا تو وہ کسی وجہ سے جنین (Feluses) کے اسقاط حمل سے ہوتا تھا اور اس اسقاط کے دوران خون کے کچھ قطرے بھی ہوتے ہیں لہٰذا انگریزی مفسرین نے علق کے معنی جما ہوا خون (blood clot) یا (congealed blood) کر دیا۔ جما ہوا خون تو جنین کی یقینی طور پر موت کا نشان ہے۔ خون کا "clot" اس وقت بنتا ہے جب خون اپنا عمل چھوڑ دے یعنی اس کا مائع حصہ (serum) اس کے ٹھوس مادوں (Corpuscles Platelets, Fibers) وغیرہ سے الگ ہو جائے۔ چنانچہ علق کے معنی لٹکنا، چمٹنا (hanging, adhering, and dangling) بھی ہیں اور یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بار ور شدہ بیضہ (Zygote) حمل ٹھہرنے کے فوراً بعد رحم (Uterus) کی دیوار کے ساتھ منسلک ہو جاتا ہے تو پھر یہ علق (Alaq) بن جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ہم "جما ہوا خون" ترجمہ کریں گے یا انگریزی میں بلڈ کلاٹ (blood clot) لکھیں گے تو ایک سائنسی حقیقت کی نفی کریں گے، جس حقیقت سے ہمیں 1400 سال پہلے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

انسانی انگلیوں کے لاثانی نشانات

یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ ہر فرد کی انگلیوں کے نشان (پیٹرن) مختلف ہوتے ہیں لہٰذا دو آدمیوں کی انگلیوں کے نشانات آپس میں کبھی نہیں ملتے یعنی وہ لاثانی (unigue) ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے، ارشاد ہوا:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝

ترجمہ: کیا انسان کا یہ گمان ہے کہ ہم (کلی سڑی) ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے ہاں ہم تو اس کے بنانہ (انگلیوں کے پور پور[1]) کو درست حالت میں لانے پر قادر ہیں۔

(سورۃ القیامہ 75، آیت 3،4)

غور فرمایئے یہ آیت مبارکہ انگلیوں کی پوروں (tips) پر زور دے رہی ہے۔

---

[1] پہلے باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بھی دوبارہ مطالعہ فرمالیجئے۔

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پور بہت ہی انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں۔ درحقیقت پوروں کے اوپر نشانات یا لکیروں کا ایک پیٹرن ہوتا ہے اور ہر انسان کے نشانات کا پیٹرن (ڈیزائن یا نمونہ) انفرادیت کا حامل ہوتا ہے۔ 1400 سال پہلے قرآن حکیم نے اس کا ذکر کر دیا تھا جب کہ آج کی دنیا محض 100 سال سے بھی کم عرصہ پہلے کچھ نہ جانتی تھی، جب 1884ء میں شناخت (identification) کے لیے فنگر پرنٹنگ (انگوٹھا چھاپ) کا طریقہ انگلستان میں شروع ہوا۔ اب بہت سارے ملکوں میں یہ طریقۂ شناخت رائج ہے۔

لیکن اب جینٹک انجینئرنگ کے تحت جینٹک فنگر پرنٹنگ (Genetic Finger Printing) نے شناخت کا مزید آسان طریقہ دریافت کر لیا ہے جسے قاتلوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی شناخت کے لیے بطور شہادت استعمال کیا جاتا ہے اور مشتبہ حضرات میں سے اصلی مجرم کو آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے۔ جس طرح انگلیوں کے نشانوں کے پیٹرن مختلف ہوتے ہیں اسی طرح دو انسانوں کے کروموسومز (جو DNA پر مشتمل ہوتے ہیں) کے پیٹرن بھی مختلف ہوتے ہیں، لیکن اس میں مجرم کے خون کا نمونہ لینا پڑتا ہے۔ اگرچہ یہ نہایت ہی جدید ٹیکنیک ہے لیکن اس پیشرفت کے باوجود مجرموں کی انگلیوں کے نشانات کے پیٹرن کا موازنہ سادہ اور آسان طریقہ ہے جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "انسان اس بھول میں ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں دوبارہ جوڑ نہ سکیں گے، یہ خیال غلط ہے ہم میں تو انگلیوں کی چھوٹی چھوٹی پوروں تک کو ٹھیک بٹھا دینے کی طاقت ہے۔

پہاڑوں کی جڑیں ہیں

پہاڑوں کی جڑیں (roots) ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾

ترجمہ: کیا ہم نے (بساط ارضی کو) گہوارہ عافیت نہیں بنا دیا؟ اور پہاڑوں کو (زمین کی) محکم میخیں نہیں کر دیا؟

دوسرا ترجمہ: کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟

(سورۃ النبا 78، آیت 7,6)

Marfat.com

علم ارضیات کی رو سے آج یہ ایک مشہور حقیقت ہے کہ پہاڑوں کی ساخت ایسی ہے کہ وہ زمین کی سطح کے نیچے تک پھیلے ہوئے ہیں (وسعت اختیار کیے ہوئے ہیں) اور دوسری ارضیاتی ساختوں میں کافی گہرائی تک ان کی جڑیں ہیں (یا بنیادیں ہیں) اور یہ پہاڑ زمین کی سطح پر ہلکی تشکیل (lighter formations) اور سمندروں کے پیندوں میں بھاری تشکیل کے درمیان مساوی سکونی توازن برقرار رکھتے ہیں، جسے انگریزی میں Isostatic) balance) کہتے ہیں اور پہاڑوں کی جڑیں میخوں کی مانند ہیں۔ پہاڑ کیسے تشکیل دیے گئے؟ اسی کتاب کے پہلے باب میں صفحہ 49 تا 52 پر ملاحظہ فرمایئے۔

چاند کی طرف سفر

قرآن حکیم میں چاند کی طرف سفر کا بھی اشارہ ہے۔ ارشاد ہوا:

وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿١٩﴾

ترجمہ: اور چاند کی (قسم) جب وہ ماہ کامل بن جاتا ہے۔ تمہیں لازماً ایک درجے سے دوسرے درجے پر فائز ہونا ہے۔

دوسرا ترجمہ: اور چاند کی (قسم) جب وہ مکمل ہو جائے (بھر جائے) البتہ تم ضرور چڑھو گے درجہ پر ایک درجہ کے (تم کو چڑھنا ہے سیڑھی بہ سیڑھی)

(سورۃ الانشقاق 84، آیت 19.18)

انگریزی میں بھی ترجمہ ملاحظہ فرمالیجئے۔

"By the Moon's fullness, You shell surely travel from stage to stage"

اس آیت کے تین تراجم آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں۔ ابتدائی مفسرین قرآن نے اس آیت کی مختلف تفسیر فرمائی ہے۔ بعض نے انسان کی روحانی زندگی کی بات کی ہے اور اسے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک بلندی کی طرف مدارج طے کرنا بتایا ہے، بعض نے قیامت کے بعد نیک لوگوں کا ایک جنت سے دوسرے جنت کی طرف جانا، بعض نے اسے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی اور بعض نے اسے انسان کی دنیا میں مرحلہ وار ترقی یا ارتقاء کے بارے میں لکھا ہے اور بعض نے اس کے معنی

Marfat.com

اور مفہوم کو مبہم بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کے لفظی معنی ان کی اس سوچ سے مطابقت نہ رکھتے تھے (وہ سوچ یہ نہو سکتی ہے) کہ اتنے فاصلوں تک انسان کا سفر کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ بہرحال میری حقیر دانست کے مطابق اس کے سیاق و سباق میں نہ صرف زمین سے چاند کی طرف سفر، بلکہ زمین سے دوسرے سیاروں یا کہکشاؤں میں جانے کا اشارہ بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن حکیم کی عظیم پیش گوئیاں

دوسرے بڑے عوامل جو قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرتے ہیں، وہ اس کی عظیم پیش گوئیاں ہیں جو اپنے اپنے وقت پر سچ ثابت ہوئیں۔ تاریخ میں بڑے بڑے منجم اور پیش گوئی کرنے والوں نے مستقبل کے بارے میں کئی پیش گوئیاں کیں مگر وقت نے ان کی پیش گوئیوں کو غلط قرار دیا۔ اس کے برعکس کلی طور پر ناموافق حالات کے باوجود اور ناقابل فہم حالات میں قرآن کے الفاظ سچ ثابت ہوئے اور ایسے انداز سے کہ کوئی بھی انسانی سائنس اس کی تشریح و توضیح نہ کر سکی۔ ان واقعات کو انسانی تجربے کی روشنی میں کبھی بھی نہیں سمجھا جا سکتا، خواہ زمانہ قدیم ہو یا جدید اور اگر کوئی توضیح ہو سکتی ہے تو یہی ہے کہ اس کو کسی فوق البشر کی طرف منسوب کیا جائے۔

ایسی پیشین گوئیوں اور انکشافات کی قرآن حکیم میں کئی مثالیں ہیں جن کا آپ نے اس کتاب میں مطالعہ فرمایا۔ قرآن حکیم کے چار بڑے سائنسی انکشافات یا سائنسی پیشین گوئیاں مصنف کی پہلی کتاب "قرآن اور جدید سائنس" کے آٹھویں باب میں دی گئی ہیں۔ یہاں ایک اور اہم پیش گوئی کا ذکر ہو گا، جو مندرجہ ذیل ہے۔

فرعون مصر کی لاش کی حفاظت کی پیش گوئی

قرآن حکیم کی حیرت آفریں پیشن گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی فرعونِ مصر منفتاح کی لاش کی حفاظت ہے۔ اس فرعون کو انگریزی میں Merneptah اور اردو یا عربی میں منفتاح (بعض حوالوں کے مطابق منفتاح کو منفتاح دوئم بھی لکھا گیا ہے) جو فرعون

Marfat.com

مصر رعمسیس دوئم (Rameses-II) کا بیٹا تھا۔ اسی فرعون نے جو اس وقت مصر کا بادشاہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور بحیرۂ احمر (بحیرہ قلزم Red Sea) میں ڈوب مرا تھا۔ قرآن کے نزول سے پہلے اس واقعہ کا ذکر تورات[1] میں ملتا ہے اور یہی ایک حوالہ تھا جو اس فرعون کے ڈوبنے کے بارے میں تھا۔ قرآن حکیم اور تورات کے بیان میں جو نمایاں فرق ہے، وہ یہ ہے کہ تورات (عہد نامہ عتیق) میں فرعون کی لاش کی حفاظت کا قطعاً کوئی ذکر نہیں ہے۔ پہلے انگریزی متن کا مطالعہ فرمایئے جو تورات میں موجود ہے۔

For, When the horses of Pharaoh with his chariots and his horsemen went in to the sea, the Lord brought back the waters of the sea upon them but the people of Israel walked on dry ground in the midst of the sea. (Exodus 15, Verse 19)

ترجمہ: فرعون کے سوار، گھوڑوں اور رتھوں سمیت سمندر میں گئے اور خداوند سمندر کے پانی کو ان پر لوٹا لایا لیکن بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے۔ (خروج 15، آیت 19)

ایک دوسری جگہ بیان ہوا ہے:

The waters returned and covered the chariots and the horsemen and all the host of Pharaoh that had followed them into the sea; not so much as one of them remained. But the people of Israel walked on dry ground through the sea, the waters being a wall to them on their right hand and on their left. (Exodus 14, Verse 28-29)

ترجمہ: اور پانی پلٹ آیا اور اس نے رتھوں، سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا، غرق کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور پانی ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔ (خروج 14، آیت 29،28)

چنانچہ جیسا کہ آپ مطالعہ فرما چکے ہیں، فرعون اور اس کا سارا لشکر بحیرہ قلزم میں ڈوب گیا اور آگے قصے میں بنی اسرائیل کے سفر کا ذکر شروع ہو جاتا ہے، جنہیں

---

[1] توریت کو تورات بھی لکھا جاتا ہے۔ تورات عربی زبان کا لفظ ہے اور توریت فارسی کا۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکال کر لے جا رہے تھے۔ چنانچہ تورات میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ فرعون کے بدن کی حفاظت کی جائے گی جب کہ قرآن حکیم نے سورۃ یونس 10 کی آیت 92 میں فرمایا ہے:

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ﴿٩٢﴾

ترجمہ: سو آج ہم تیرے بدن کو بچائے دیتے ہیں تاکہ تو اپنے پچھلوں کے واسطے نشانی ہووے اور بے شک بہت لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں کرتے۔

دوسرا ترجمہ: (آج تجھے اپنی بدعنالیوں کی سزا میں غرق ہونا ہے) لیکن تیرے بدن کو ہم بچائیں گے تاکہ تو آنے والی نسلوں کے لیے عبرت کا باعث ہو۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو ہماری قدرت کی نشانیوں سے غفلت برتتی ہے۔

(سورۃ یونس 10، آیت 92)

جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ فرعون کی لاش (بدن) محفوظ ہے اور یہ بات 1400 سال گزر جانے کے بعد معلوم ہوئی۔ 1898ء میں پروفیسر لورٹ (Loret) پہلا شخص تھا جس نے فرعون کی باقیات کو حنوط شدہ صورت میں دریافت کیا۔ یہی فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ تقریباً تین ہزار سال تک فرعون کی لاش تھیبس (Thebes) کے قبرستان کے ایک مقبرے میں چادر میں لپٹی رہی جہاں پروفیسر لورٹ نے اسے دریافت کیا، حتیٰ کہ 8 جولائی 1907ء کو ایلیٹ سمتھ (Elliot Smith) نے اس سے چادر اتاری اور اس کا سائنسی معائنہ کیا۔ 1912ء میں اس نے اپنی ایک کتاب بہ عنوان شاہی حنوط شدہ لاشیں (The Royal Mummies) لکھی اور اس کی تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ لورٹ کی دریافت شدہ ممی درحقیقت اسی فرعون کی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جانتا تھا اور جس نے اس کے پیغام کو جھٹلایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا اور اسی عمل میں بحیرہ احمر میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو گلنے سڑنے سے بچا لیا تاکہ وہ بنی نوع انسان کے لیے ایک نشانی رہ جائے، جیسا کہ سورۃ یونس 19 کی آیت 92 میں

Marfat.com

ارشاد ہوتا ہے۔

مصنف کی تحقیق کے مطابق فرعون کے بدن کو سمندر کی لہروں نے ایک ٹیلے پر ڈال دیا ہوگا۔ ٹیلے سے مراد مٹی یا ریت کا کوئی بڑا تودہ یا ڈھیر ہو سکتا ہے یا کوئی چھوٹی پہاڑی لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ اسے ریت کے ٹیلے پر پھینک دیا گیا، جس میں مٹی کے علاوہ نمکیات بھی موجود تھے۔ سمندر کے نزدیک تو نہ صرف کناروں پر ریت میں بھی نمکیات موجود ہوتے ہیں بلکہ ہوا میں بھی نمکیات پانی کے بخارات کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔ شاید آپ نے مشاہدہ کیا ہو کہ خام کھالوں کو نمک لگا کر رکھتے ہیں تاکہ وہ خراب نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان نمکیات نے فرعون کے بدن کو مزید گلنے سڑنے سے روکے رکھا اور چونکہ سمندر میں بھی نمکیات کی خاصی مقدار ہوتی ہے لہٰذا اس کی لاش سمندر کی لہروں نے ٹیلے یا کنارے پر پھینکی ہوگی تو وہ فرعون کے کپڑوں سمیت نمکین پانی میں بھیگی ہوئی ہوگی اور پھر باہر بھی نمکین ریت یا مٹی نے اس کے بدن کو ڈھانپ لیا ہوگا، لہٰذا وہ محفوظ ہوگئی اور بعد میں فرعون کے لوگ اسے لے گئے اور حنوط کر لیا ہوگا۔ یہ محض ایک قیاس آرائی ہے کہ اس عمل سے اس کی لاش محفوظ ہوگئی ہوگی، لیکن یہ عوامل نہ بھی ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس کے بدن کو بچا لیا جائے گا۔ وہ لوگ جو اس جدید سائنسی دنیا میں قرآن حکیم کے وحی الٰہی ہونے کا ثبوت مانگتے ہیں، انہیں قاہرہ (مصر) کے عجائب گھر میں جا کر اس فرعون کے بدن کو دیکھنا چاہیے جو عجائب گھر کی شاہی حنوط شدہ لاشوں رائل ممیز روم (Royal Mummies Room) میں موجود ہے اور قرآن حکیم کی پیش گوئی کی صداقت پیش کر رہا ہے۔

ساتویں صدی عیسوی میں قرآن حکیم نے اس بات کو واضح کیا تھا کہ فرعون کے بدن کو محفوظ کر لیا گیا ہے جو بنی نوع انسان کے لیے ایک نشانی ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں فرعون کے بدن کی دریافت نے اس پیش گوئی کا صحیح اور ٹھوس ثبوت دیا۔ کیا اب بھی کسی مزید ثبوت کی ضرورت ہے کہ قرآن حکیم خدا کی کتاب ہے۔ یقیناً قرآن حکیم ان کتابوں میں سے کوئی کتاب نہیں ہے جو انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں۔

سرکش انسان کسی کے سمجھانے بجھانے سے نہیں مانتا۔ درحقیقت اس آیت کریمہ

Marfat.com

میں ایک فرعون کا حال بیان ہو رہا ہے لیکن دنیا میں ہر جگہ یہی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ فرعون اور اس کے مددگار دنیا پر اپنا تسلط جمانے کی کوشش کر رہے ہیں اور جو اس کے راستے میں حائل ہوتا ہے اس کے ساتھ لڑائی اور دشمنی ٹھن جاتی ہے جیسا کہ دنیا کی کسی بھی سپر طاقت (طاقتور ملک) کی مثال دی جا سکتی ہے۔ ایسے آدمی کو یا سپر طاقت کو ہوش اُس وقت آتا ہے جب کوئی اور زبردست طاقت اس کو دبا لے اور وہ بے بس ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی گرفت کی اور جب وہ ڈوبنے لگا اور دم نکلنے لگا تو بولا میں مانتا ہوں کہ اللہ ہی سب سے زبردست ہے، بنی اسرائیل ٹھیک تھے اور میں غلطی پر تھا۔ اُس وقت اس سے کہا گیا کہ اگر تو نے اپنے اقتدار کے زمانے میں کچھ بھی صلاحیت کے آثار ظاہر کیے ہوتے تو تجھ پر رحم کیا جاتا، لیکن تو نے نافرمانی پر کمر باندھی اور ظلم و فساد کے سوا دنیا میں کچھ نہ کیا۔ اب تجھ پر رحم کرنا دوسروں کو تنگی میں پھنسانا ہے لیکن چونکہ تو نے منہ سے اطاعت کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس لیے ڈوبنے کے بعد تیرے بدن کو پانی سے نجات دے دی جائے گی اور کنارے پر پھینک دیا جائے گا تاکہ لوگ تجھے بے بس پڑا دیکھ کر سمجھ لیں کہ اللہ عزوجل کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا، اس لیے اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ دنیا میں تیرا بدن بھی ہماری قدرت کی نشانی ہو گی۔

حاصلِ کلام

مندرجہ بالا تمام سائنسی حقائق کو پڑھ کر جو قرآن حکیم کی آیات میں دیئے گئے ہیں، کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن حکیم وحی الٰہی ہے اور اس کا مبداء اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ اُس زمانے میں جب لوگ سائنس کے لفظ سے بھی نا آشنا تھے، ان سائنسی حقائق کے بارے میں تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ بدقسمتی سے گذشتہ چودہ صدیوں سے جب سے قرآن حکیم کا نزول ہوا ہے، بعض مسلم دانشوروں نے اس کی آیات کے پوشیدہ معنوں کو سمجھنے کی ضرور کوشش کی لیکن فطرت کے بھیدوں کو سمجھنے کے لیے جو قرآن کی آیات نے کھول دیئے ہیں، مسلمانوں کو انتظار کرنا پڑا۔ ماضی میں مسلم دانشوروں اور مفسرین قرآن نے اپنے اپنے دلائل کے ساتھ ایسی چیزوں کی توضیح کرنے کی کوشش ضرور کی، مثلاً سورج کی مداری گردش، دُھویں کے بادل سے کائنات کی تخلیق، پہاڑوں کی

Marfat.com

جڑوں (بنیادوں) کے بارے میں وغیرہ وغیرہ مگر جو نمایاں پیراگراف تھے ان کو سمجھنے میں ناکام رہے۔ وہ آیاتِ کریمہ جن کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے صرف یہی آیات نہیں ہیں جو سائنسی حقائق کو بیان کرتی ہیں شاید ان سے بھی زیادہ ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن حکیم میں دوسری آیات ہوں جو کائنات کی ساخت کے بارے میں کوئی نشاندہی کر دیں، مثلاً سورۃ النور 24 کی آیت 35 میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کیسا ہے؟

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

یعنی اللہ جل جلالہ، آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی وسعتوں میں کائناتی بصارت اور بصیرت کی غیر فانی روشنیوں کا منبع نور ہے۔ اس حقیقت کا ادراک ہمیں اسی آیت سے ہوا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی آیت کریمہ نظریہ اضافیت کی تصدیق کر دے یا اگر اس میں کوئی بنیادی تضادات ہیں تو ان سے آگاہ کر دے۔ ہمیں قرآن حکیم سے، جو علم و حکمت کا خزینہ ہے، استفادہ کرنا چاہئے بجائے اس کے کہ ہم سائنسدانوں کا انتظار کرتے رہیں جو ہمیں یہ بتائیں کہ قرآن حکیم میں فلاں حقیقت پہلے سے موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں فرمادیا ہے کہ

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

ترجمہ: ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھادیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ یہ بات کھل جائے (یہ قرآن) برحق ہے۔

(سورۃ حٰم السجدہ 41، آیت 53)

اسی طرح سورۃ النمل 27 کی آیت 93 میں فرمایا کہ

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: اور (اے رسول اللہ ﷺ) فرمادیجیے کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں پہچان لو گے اور تیرا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔ (سورۃ النمل 27، آیت 93)

پھر سورۃ الجاثیہ 45 کی آیت 6 میں فرمایا کہ

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ: یہ اللہ کی باتیں ہیں ہم تجھ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں پھر اللہ اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کون سی باتوں کو مانیں گے۔ (سورۃ الجاثیہ 45، آیت 6)

یعنی (اے محمد ﷺ ہم ان آیتوں میں اپنی قدرت کی نشانیاں تمہیں پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ٹھیک بتا رہے ہیں جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ لوگ اگر ہماری بات نہیں سنتے اور ہماری نشانیوں کو پوری طرح نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے۔ یہاں سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کائنات میں ہر بات اور ہر چیز اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ ان آیتوں میں بڑی بڑی نشانیاں گِنوا کر اشارہ کیا جا رہا ہے کہ انسان کو ان سب چیزوں سے کس طرح کام لینا اور ان سے اپنا تعلق کس طرح قائم کرنا چاہئے؟ ضروری بات یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانے اور پھر جتنا علم (سائنسی علم) بڑھتا جائے اتنا ہی اللہ پر ایمان بڑھتا جائے۔ عمل کی درستی یہ ہے کہ ہر چیز سے اُسی طرح کام لے جس طرح قرآن مجید میں بتایا گیا ہے اور جس طرح حضرت محمد ﷺ نے اس پر چلنا سکھایا ہے)۔

قارئین کرام! میں نے ساری کتاب میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اپنی ناچیز عقل و دانست کے مطابق بیان کر دی ہیں اور خصوصی طور پر اس باب میں بھی جو سب قرآن حکیم کی صداقت کلّی کو بیان کرتی ہیں۔ یقیناً یہ نشانیاں قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرتی ہیں۔ آخر وہ کون سی ایسی نشانیاں ہیں جو منکرین خدا اور منکرین قرآن دیکھ کر مان جائیں گے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے لیکن جن لوگوں نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ حقائق پر آنکھیں بند رکھیں گے تو ایسی آنکھوں کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

؎ روشنی تو روشنیٔ چشم کا ایک عکس ہے
بند آنکھوں پہ نمودِ سحر کا امکان کہاں؟

قرآن حکیم کا پیغام اگر صحیح معنوں میں کسی کے دل میں اتر جائے تو اس کی زندگی بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اس باب میں جتنی آیات قرآنی دی گئی ہیں، وہ ایک صاحب بصیرت کو مسلمان کرنے کے لیے کافی ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس کتاب میں دی گئی تمام قرآنی آیات میں سے ہر ایک آیت قرآن حکیم کو وحی الٰہی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: اور آسمان میں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں، وہ ان پر گزرتے ہیں لیکن وہ ان سے منہ پھیرنے والے ہیں۔

دوسرا ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین (کائنات میں) میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ منہ موڑ کر گزر جاتے ہیں (ان کی حقیقت اور صنعت اور ان کے صانع کی طرف توجہ نہیں دیتے)۔ (سورۃ یوسف 12، آیت 105)

اس باب میں قرآن حکیم کے جتنے جدید سائنسی انکشافات و دلائل پیش کیے گئے ہیں، کیا یہ قرآن حکیم کے وحی الٰہی ہونے کے معجزانہ اور حیرت انگیز انکشافات و دلائل نہیں ہیں؟ کسی مذہب کے الہامی ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ سائنسی علوم سے ناواقف ایک "اُمی" کا پیش کیا ہوا قرآن خدا کا کلام ہے جو کہ حضور ﷺ کا معجزہ برحق ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

دسواں باب

حیات بعد از موت

(کیا موت کے بعد زندگی ہے؟)

حیات یا زندگی بعد از موت (life after death) ہے یا نہیں؟ موت کی دوسری طرف کوئی اور زندگی ہے؟ تو کیسی ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جو صدیوں سے انسانی ذہن میں پیدا ہو رہا ہے مگر اس سوال کا جواب مابعد الطبیعات یا الٰہیات کے ضمرہ میں آتا ہے جسے انگریزی میں میٹافزکس (Metaphysics)[1] کہا جاتا ہے۔ مسلم دانشوروں کے علاوہ دیگر مذاہب کے دانشوروں نے بھی عقلی ثبوت کے حوالے سے جواب دینے کی کوشش کی بلکہ اب بھی اظہار خیال کرتے رہتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال آج کے جدید سائنسی علوم کی رسائی سے بہت دور ہے۔ آخر کیوں؟ ہمارے پاس وہ آنکھیں نہیں جو موت کی سرحد کے اس پار جھانک کر دیکھ لیں کہ وہاں کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟ ہمارے پاس وہ کان نہیں جس سے ہم اُدھر کی کوئی آواز سن سکیں۔ ہمارے پاس کوئی ایسا آلہ بھی نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا آلہ ایجاد ہونے کی توقع ہے، جس کے ذریعے غائب کی باتیں معلوم کر سکیں یا جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ اُدھر کچھ ہے یا نہیں؟ یعنی ہم کسی بھی سائنسی تحقیق سے اس دنیا کی کھوج نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ جدید سائنس کے دائرے سے تو یہ سوال حتمی طور پر خارج ہی سمجھنا چاہئے مگر سائنس کا نام لے کر اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں تو وہ بالکل ایک غیر سائنٹیفک بات کہتا ہے۔ سائنس کی رو سے نہ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی زندگی ہے اور نہ یہ کہ کوئی زندگی نہیں ہے، جب تک ہم کوئی یقینی

---

[1] Metaphysics میں Meta کے اردو میں معنی ماوراء، مابعد کے ہیں اور فزکس (Physics) کے معنی ایک ایسا علم جس کا تعلق مادہ اور توانائی کے خواص سے ہے مگر یہاں Physics کے معنی طبیعی اشیاء کے ہیں۔ چنانچہ انگریزی میں اس لفظ کی تشریح یوں ہے۔

"Branch of philosophy dealing in the facts lying beyond physical things"

Marfat.com

ذریعۂ علم نہیں پا لیتے۔ کم از کم اس وقت تک تو صحیح سائنٹیفک رویہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہم زندگی بعد از موت کا نہ انکار کریں نہ اقرار۔ اسلام کے علاوہ دنیا کے دوسرے الہامی مذاہب کے پیروکاروں، عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی اور کرتے رہتے ہیں مگر وہ بھی سوائے عقلی یا استدلالی ثبوت کے کوئی ٹھوس سائنسی ثبوت پیش نہیں کر سکے۔ صدیاں گزر گئی ہیں اور گزر جائیں گی، سائنس کا ڈھائی ہزار سالہ سفر ابھی جاری ہے مگر سائنس کئی ایسے ہی سوالات کا جواب دینے سے مجبور و قاصر ہے، لہٰذا زندگی بعد از موت کے سوال کا بھی جواب نہیں دے سکے گی۔

عقیدہ حیات بعد از موت کے متعلق مسلم دانشوروں کا کہنا ہے کہ زندگی بعد از موت کا سوال محض ایک فلسفیانہ سوال نہیں ہے، بلکہ ہماری عملی زندگی سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ ایک مسلم دانشور لکھتا ہے:

"دراصل ہمارے اخلاقی رویے کا انحصار ہی اس سوال پر ہے۔ اگر میرا یہ خیال ہو کہ زندگی جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے اور اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے تو میرا اخلاقی رویہ ایک طرح کا ہوگا اور اگر میں یہ خیال رکھتا ہوں کہ اس کے بعد دوسری زندگی بھی ہے جس میں مجھے اپنی موجودہ زندگی کا حساب دینا ہوگا اور وہاں پر اچھا یا برا انجام یہاں کے اعمال پر منحصر ہوگا تو یقیناً میرا اخلاقی طرز عمل بالکل ایک دوسری طرح کا ہوگا۔"

وہ اپنے اس بیان کے حق میں یا زندگی بعد از موت کے حق میں بڑے ٹھوس عقلی ثبوت دیتے ہیں مگر کافی دلائل دینے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلے کا حل ایمان بالغیب سے ہے۔ یہی دانشور مزید لکھتے ہیں اگر ہمارے موجودہ نظام عالم کا وجود قوانین قدرت کے ساتھ موجود ہونا ممکن ہے تو آخر ایک دوسرے نظام عالم کا دوسرے قوانین کے ساتھ وجود میں آنا کیوں ناممکن ہو؟ البتہ یہ بات کہ واقعی ایسا ضرور ہوگا، تو اس کا یقین نہ دلیل سے ہو سکتا ہے اور نہ علمی ثبوت سے، اس کے لیے ایمان بالغیب کی ضرورت ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے، چونکہ قرآن حکیم میں قیامت کا ذکر تقریباً 151 دفعہ، نفخ صور 4 دفعہ، کائنات میں تبدیلیاں 44 دفعہ اور اجرام سماوی میں انقلاب 38 دفعہ آیا ہے اور مردوں

Marfat.com

کو دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر بھی کئی آیات قرآنی میں موجود ہے۔ اگر ہمارا ایمان قرآن حکیم پر پختہ ہے تو پھر روز جزا و سزا اور آخرت کی لافانی زندگی پر بھی ہمارا ایمان پختہ ہونا چاہئے لیکن اس سائنسی دور میں ہماری نوجوان نسل کے ذہن میں مذہب کے بارے میں اور ایسے ہی کئی دوسرے سوالات کا پیدا ہونا ممکن ہے اور معقول جواب نہ ملنے کی صورت میں ان کے ذہنوں میں شک و شبہات کا جاگزیں ہونا بھی ممکنات میں سے ہے۔

قارئین کرام! ہو سکتا ہے کہ میں بھی آپ کو مطمئن نہ کر سکوں چونکہ زندگی بعد از موت کا مسئلہ اس وقت تک تو حل نہیں ہو سکتا جب تک کوئی مرنے کے بعد آ کر ہمیں نہ بتائے، لیکن ایسا ہونا میری حقیر دانست کے مطابق تو ناممکن ہے۔ تاہم چونکہ بعض قارئین کرام نے مجھے اس مسئلے پر اظہار خیال کے لیے لکھا ہے اس لیے میں اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق بعض حقائق آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں، شاید یہ آپ کے اس مسئلہ کے حل میں مددگار ثابت ہوں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے مندرجہ ذیل سوالات کے جواب ضروری ہیں، مثلاً۔

1- انسان پر موت کیوں آتی ہے؟ یا انسان فانی کیوں ہے؟
2- دنیا یا کائنات پر موت کیوں آئے گی؟ یا کائنات کا انجام کیا ہوگا؟
3- قریب المرگ انسان کے کیا تجربات ہیں؟ یا کیا مشاہدات ہیں؟
4- قریب المرگ انسان کے تجربات سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں؟

زندگی بعد از موت سے کیا مراد ہے؟

مذہب کا اہم ترین عقیدہ زندگی بعد از موت کی حقیقت ہے۔ موت کے بعد نوع انسانی موجودہ عارضی دنیا کو چھوڑ دے گی اور قیامت کا دن، جو کہ انصاف کا (یعنی اچھے یا برے اعمال کے حساب کا) دن ہوگا موجودہ زندگی محض امتحان گاہ ہے اور انسان کی ساری زندگی امتحان ہے۔ جب یوم حساب آئے گا، اللہ تعالیٰ اس دنیا کو تباہ کر دے گا یعنی ختم کر دے گا۔

آئندہ زندگی کے بارے میں بھی علامہ اقبال فرماتے ہیں:

Marfat.com

؎ ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی
(ضرب کلیم)

آمدم برسر مطلب جب یہ دنیا تباہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جگہ دوسری دنیا پیدا کر دے گا جو بالکل مختلف پیٹرن پر تخلیق ہو گی۔ وہ تمام انسان جو مر گئے ہوں گے، ان سب کو دوبارہ اٹھایا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ یہ بات سورۃ الانعام 6 آیت 38 میں واضح طور پر بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور زمین میں کوئی چلنے والا (حیوان) نہیں اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں سے اُڑتا ہے مگر (ان کی بھی جماعتیں ہیں) تمہاری طرح۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے (ان سب کو بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ہے)۔

ارشاد ہوا:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

ترجمہ: جس دن اس زمین سے بدل دی جائے گی اور زمین اور (بدلے جائیں گے) آسمان اور وہ سب اللہ یکتا سخت قہر والے کے آگے نکل کھڑے ہوں گے۔

دوسرا ترجمہ: اس روز یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بدلے جائیں گے اور سب کی سب مخلوق اس قہرمانی قوتوں کے مالک یکتا و یگانہ ذات الٰہی کے حضور پیش ہو گی۔

(سورۃ ابراہیم 14، آیت 48)

ارشاد ہوا:

Marfat.com

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ (سورۃ ابراہیم 14، آیت 51)

کائنات میں کیا تبدیلیاں ہوں گی؟ اس کے بارے میں قرآن حکیم میں 44 تا 47 آیات ہیں جن سب کا ذکر نہیں کیا جا سکتا، صرف چار آیات کا ذکر کریں گے۔ ارشاد ہوا:

وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾

ترجمہ: اور زمین اور پہاڑوں کو اکٹھا کر کے ایک ہی بار پاش پاش کر دیا جائے گا، پس اس روز قیامت برپا ہو گی۔

دوسرا ترجمہ: اور زمین اور پہاڑوں کو اوپر اٹھا کر ایک ہی بار پٹخ دیا جائے گا (ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا)۔ پس اس روز قیامت برپا ہو گی (اس دن وہ ہونے والی ہو پڑے گی)۔

(سورۃ الحاقہ 69، آیت 14)

ارشاد ہوا:

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ

ترجمہ: یہ وہ دن ہو گا جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ کر رکھ دیں گے کہ جیسے خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے۔

دوسرا ترجمہ: ہم آسمان لپیٹ لیں گے جیسے تحریر کے کاغذ کا طومار لپیٹا جاتا ہے۔

(سورۃ الانبیاء 21، آیت 104)

ارشاد ہوا:

اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ: کیا وہ خیال نہیں کرتے کہ وہ (روز محشر) اٹھائے جائیں گے۔ ایک بڑے سخت دن میں جس روز تمام انسان (اٹھیں گے) اور جہانوں کے پروردگار کے حضور پیش

Marfat.com

ہوں گے۔

دوسرا ترجمہ: کیا یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ وہ اٹھائے جانے والے ہیں ایک بڑے دن جس دن لوگ کھڑے ہوں گے تمام جہانوں کے رب کے سامنے۔

(سورۃ المطففین 83، آیت 6,5,4)

جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ یہ کہ تمام لوگ اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے تاکہ ان کا حساب ہو جائے۔ کچھ کو جزا اور کچھ کو سزا ملے گی (یعنی زمین پر اپنے اچھے یا برے کاموں کے بارے میں جزا یا سزا دی جائے گی)۔

انسان اور کائنات کی موت

اب تک جو بھی علم کسی بھی ذرائع سے ہمارے پاس جمع ہو چکا ہے، اس مسئلے پر قطعاً بلکہ ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں ہے کہ انسان اور موجودہ کائنات دائمی نہیں۔ ہم سب بغیر کسی شک وشبے کے جانتے ہیں کہ انسان اور کائنات اپنی موت سے نہیں بچ سکتے اور قرآن حکیم کا بھی دونوں کے بارے میں یہی اٹل فیصلہ ہے۔ دنیا (کائنات) کے بارے میں آپ نے متذکرہ بالا آیات کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں دنیا کے انجام کے بارے میں بے شمار آیات میں ذکر آیا ہے، لیکن جو لوگ زندگی بعد از موت پر یقین نہیں رکھتے، وہ چاہتے ہیں کہ یہی دنیا جنت میں تبدیل کر دی جائے اور یہی زندگی مستقل اور دائمی ہو جائے جو کہ ناممکن ہے۔ اگرچہ انسان کی موت کی وجوہات جاننے کے لیے تحقیق وجستجو جاری ہے اور شاید جاری رہے گی لیکن اب تک انسان کو لافانی بنانے کی تمام کوششیں (کاوشیں) ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔

موت کیوں واقع ہوتی ہے؟

موت کے واقع ہونے کی بے شمار وجوہات میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

1- انسانی جسم میں نامیاتی بوسیدگی (Organic decay)

2- جسم کے اجزائے ترکیبی میں سخت تھکاوٹ

(Exhaustion of body constituents)

3- شریانوں یا بدن میں خون لے جانے والی نالیوں کا ناکارہ پن (تنگی وغیرہ)
(Atrophying of veins)

4- محرّک ایلبومن (انڈے کی سفیدی کی طرح کا مادہ) کا کم محرک ایلبومن کی جگہ لے لینا
(Replacement of dynamic albumin by less dynamic ones.)

5- جسمانی ریشوں میں توڑ پھوڑ یا تھکاوٹ (The wearing out of the tissues)

6- آنتوں (انتڑیوں) میں بیکٹیریا سے زہر یا زہریلے مادوں کا اخراج جو سارے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ (Secretion of poison by intestinal bacteria)

اب تھوڑی دیر کے لیے موت کے اسباب کو بھول جایئے اور زندگی پر نگاہ ڈالیے۔ ہماری زندگی میں فطرت بھی ہمارے اندر کی توڑ پھوڑ کا علاج کرتی رہتی ہے یعنی جسم کی مسلسل مرمت بھی ہوتی رہتی ہے، مگر کیسے؟

وہ یوں کہ جسم کے پرانے خلیے (cells) ختم ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ نئے خلیے لے لیتے ہیں اور ماسوائے اعصابی خلیوں (nerve cells) کے سارے جسم کے خلیے تبدیل ہوتے رہتے ہیں مگر اعصابی خلیوں میں باقاعدگی سے اور دھیرے دھیرے انحطاط شروع رہتا ہے۔ یہ اعصابی خلیے انسانی دماغ میں اور سارے اعصابی نظام میں تبدیل نہیں ہوتے۔ یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ انسانی جسم میں خون 4 ماہ میں کلی طور پر بدل جاتا ہے یعنی خون کے پرانے خلیے نئے خلیوں سے بدل جاتے ہیں اور چند سالوں کے دوران، اعصابی خلیوں کے علاوہ انسانی جسم کے تمام خلیے بدل جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کا جسم بجائے ایک محض گوشت اور ہڈیوں کی ساخت کے ایک بہتے ہوئے دریا کی مانند ہے جس میں پانی تو ہر وقت بہتا دکھائی دیتا ہے مگر کسی بھی لمحے وہ پانی نہیں ہوتا بلکہ اس کی جگہ دوسرا پانی لے لیتا ہے۔ بظاہر انسانی جسم دریا کے پانی کی طرح ایک ہی دکھائی دیتا ہے مگر وہ ہر وقت تبدیلی کے ایک پروسس میں رہتا ہے۔ اگر اس تصور کو مدنظر رکھا جائے تو پھر بڑھاپے بلکہ موت کا تصور ختم ہو جانا چاہیئے مگر وقت کے ساتھ ساتھ اس کا جسم ہی اس کا علاج بھی کرتا رہتا ہے اور اس میں پیدا شدہ نقائص کو بھی دور کرتا رہتا ہے۔ آدمی بیمار ہو جائے، سخت زخمی ہو جائے، شریانوں میں تنگی ہو جائے، پٹھوں میں انحطاط کا عمل شروع ہو جائے، دل کی بیماری لاحق ہو جائے یا اور کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جائے اور ان سب کا

Marfat.com

علاج بھی بڑے قابل ڈاکٹر سے کروالیا جائے اور کسی مشہور ہسپتال میں علاج ہو، اس کے باوجود (ان تمام علل واسباب کے باوجود) انسان بوڑھا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور آخر کار موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ وہی جسم جو اس کی مشین کی مرمت کرتا رہتا ہے، اس کے اندر سے ہی یعنی اپنے جسم کے اندر کسی پروسس سے دھیرے دھیرے نقصان پہنچنا شروع ہو جاتا ہے اور آخر میں انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت کے مذکورہ بالا اسباب، بیماریاں، آنتوں یا معدہ میں خرابیاں یا دل کی بیماری وغیرہ ہی انسان کی موت کے ذمہ دار نہیں بلکہ کوئی دوسری وجہ ہو سکتی ہے۔

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ انسانی موت کا سبب "اعصابی خلیے" ہیں چونکہ یہ ہماری زندگی میں تبدیل نہیں کیے جا سکتے یا بدلے نہیں جاتے، چنانچہ یہ اعصابی خلیے انسانی جسم میں ہر سال (سال بہ سال) انحطاط پذیر ہوتے جاتے ہیں اور سارے اعصابی نظام کو کمزور وناتواں کر دیتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی جسم میں اعصابی نظام موجود نہ ہوگا تو وہ جسم طویل عرصے تک زندہ رہ سکے گا، لیکن مشاہدہ اس کے بھی برعکس ہے۔ مثال کے طور پر درخت میں اعصابی نظام نہیں ہوتا اور درخت انسان اور پودوں سے زیادہ دیر تک قائم رہتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ اسرائیل میں کئی درخت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اور موجود ہیں۔ بھارت میں وہ بڑ (بوہڑ یا برگد) کا درخت اب بھی موجود ہے جس کے نیچے گوتم بدھ گیان دھیان میں مصروف رہتے تھے یا تپسیا کیا کرتے تھے، لہٰذا یہ درخت دو ہزار سال سے پرانا ہے اور قائم ہے اگرچہ اس کو اب سہارے دیئے گئے ہیں۔ پودوں میں بھی اعصابی نظام نہیں ہوتا، وہ جلد ختم ہو جاتے ہیں مثلاً گندم کا پودا ایک سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ نباتاتی زندگی کی مثالیں ہیں، اب حیوانی زندگی کی ایک اور مثال لیجئے۔ امیبا (Amooba) جو کہ سادہ ساخت والا حیوان ہے، میں ایک معمولی اعصابی نظام ہوتا ہے جو صرف آدھ گھنٹہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اونچی انواع کے حیوانات جن میں مکمل اعصابی نظام ہو، انہیں زیادہ دیر تک زندہ رہنا چاہیے لیکن مشاہدہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ایسی مخلوق جو ارتقائی پیمانے پر نیچے ہے مثلاً مکڑا، کچھوے اور مچھلیاں وغیرہ طویل عرصے تک زندہ

Marfat.com

رہتے ہیں۔

اب تک جو تحقیقات ہوئی ہیں وہ محض یہ ظاہر کرنے کے لیے ہوئی ہیں کہ "موت یقینی نہیں ہے" مگر یہ کلی طور پر ناکام ہوئی ہیں اور بیسویں صدی کے آخر میں انسانی جینز (genes) پر تحقیق ہوئی، جس کے بارے میں آپ تفصیل سے اس کتاب کے چوتھے باب میں مطالعہ فرما چکے ہیں کہ یہ ٹیکنالوجی بھی انسان کو لافانی نہیں بنا سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ انسان کی عمر میں اضافہ ہو سکتا ہے اور وہ بھی 25 فی صد تک، لہٰذا قیامت کے دن تک تمام نوع انسانی موت کی وادی میں سفر جاری رکھے گی اور پھر قرآن حکیم کا فیصلہ بھی ذہن میں رکھیے جو کہ اٹل ہے۔ سورۃ آل عمران 3 کی آیت 185 میں ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط ہر نفس (انسان) نے موت کا مزا چکھنا ہے۔ (ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے)۔

لیکن انسان اپنی بقا یا دوام حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش میں کبھی تھکاوٹ محسوس نہیں کرے گا اور وہ کوئی اکسیر حیات یا "آبِ حیات" کی تلاش میں لگا رہے گا مگر وہ اسے حاصل نہیں کر سکے گا کیونکہ اس کا جسم نامیاتی ساخت کے بعض قوانین کا پابند ہے۔ عین ممکن ہے وہ اپنی زندگی کو طول دینے میں کامیاب ہو جائے مگر موت کو کبھی ختم نہیں کر سکے گا، بقول غالبؔ

؎ نغمہ ہائے دل کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

قدرتی مصائب و آفات

ہماری موجودہ کائنات کے نظام میں جو قدرتی و ناگہانی مصائب و آفات آتی رہتی ہیں، وہ بھی انسان اور کائنات کے انجام کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ آنے والے وقتوں میں کیا ہونے والا ہے؟ مثلاً تباہ کن زلزلے، سیلاب، آتش فشانی، شہاب ثاقب کا گرنا وغیرہ ایسی آفات ہیں جو اچانک ہی آ جاتی ہیں جن پر انسان کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ یہ زلزلے کیا ہیں؟ ہمیں اس دن کی یاد دلاتے رہتے ہیں جسے "یوم حساب" کہہ لیں یا جس دن مردوں کو ان کی قبروں سے کھڑا کر دیا جائے گا جسے انگریزی میں Day of

Marfat.com

Resurrection کہتے ہیں۔ Resurrection کے معنی زندہ کرنا یا حشر نشر ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک اس کے معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جی اٹھنا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ یوم قیامت ہے۔

زلزلوں، سیلابوں اور دیگر قدرتی آفات سے انسانی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اب تک مالی اور جانی نقصان کتنا ہو چکا ہے، اندازہ لگانا مشکل ہے اگرچہ تاریخی لٹریچر میں یا مختلف انسائیکلوپیڈیا میں زلزلوں یا سیلابوں کے اعداد و شمار مل سکتے ہیں مگر وہ محض اندازے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات نقصانات ان اعداد و شمار سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔

آپ ذرا تصور کریں جب زمین ایک خوفناک گڑگڑاہٹ سے پھٹ جاتی ہے، بلند و بالا عمارات تاش کے پتوں کی طرح لڑکھڑاتی ہوئی زمین بوس ہو جاتی ہیں، زمین کی بالائی تہیں شکستہ ہو جاتی ہیں اور زمین کا اندرونی سیال مادہ باہر نکل آتا ہے اور بارونق شہر منٹوں میں خاک اور راکھ کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ جب زمین پر مردہ جسم بکھرے پڑے ہوتے ہیں جس طرح ساحل سمندر کے نزدیک مچھلیاں بے آب تڑپتی ہیں تو انسان قدرت کے آگے بے بس ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ زلزلوں اور آتش فشانی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب آئیں گے؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہ چیز آناً فاناً یا لمحوں میں ہو جاتی ہے اور فرار کے لیے کوئی راستہ نہیں ملتا، کوئی وقت بھی نہیں ملتا۔ بقول سردار جعفری

؎ سب راستے بند ہیں کوچۂ قاتل کے سوا

لہٰذا فرار کے سب راستے بند ہو جاتے ہیں اور کوئی راستہ ہو تو وہ بھی تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ قارئین کرام! یہ ایک حقیقت ہے یا محض اتفاق کہ لیجئے کہ راقم الحروف یہ پیراگراف لکھ ہی رہا تھا کہ بھارت میں زبردست زلزلہ آ گیا، یہ 26 جنوری 2001 کی بات ہے اور آج 16 فروری 2001ء تک بھی ہر دوسرے یا تیسرے روز پھر زلزلے کے جھٹکوں کی خبریں بھارتی ٹیلی ویژن سے آتی رہیں اور اس زلزلے سے بھارت میں بہت زیادہ جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ غالباً اس نئی صدی کا پہلا بدترین زلزلہ تھا، جو اچانک گجرات میں آ گیا جس کے جھٹکے لاہور میں بھی محسوس کیے گئے۔ اسی طرح یوم

Marfat.com

قیامت بھی زلزلوں کی مانند اچانک ہی آ جائے گا۔ یہ ناگہانی قدرتی آفات (catastrophes) اس بات کا خوفناک طریقے سے مظاہرہ کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قوت کسی بھی لمحے زمین کو تباہ کر دے گی (جیسا کہ سورۃ الحاقہ کی آیت 13 میں فرمایا گیا ہے کہ ''زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی بار پٹخ دیا جائے گا۔'' زمین کے علاوہ اس سے بھی زیادہ خوفناک واقعات آسمانوں میں ہو سکتے ہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

آہ! یہ دنیا یہ ماتم خانۂ برنا و پیر
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر!
کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں
کیسی کیسی دُختران مادرِ ایام ہیں!

آسمانوں میں متوقع خوفناک واقعات

زمین کے علاوہ اس سے بھی زیادہ ہیبت ناک واقعات خلاؤں یا آسمانوں میں ہو سکتے ہیں۔ تمام سماوی اجسام بے پناہ رفتار پر محوِ گردش ہیں۔ کسی بھی وقت کسی بھی مقام پر کائنات[1] میں اچانک تصادم ہو سکتا ہے، لاکھوں، اربوں سالوں سے چلتے چلتے اچانک آپس میں ٹکرا سکتے ہیں (لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ آپس میں نہیں ٹکراتے)۔ تاہم ماہر فلکیات کا دعویٰ ہے کہ ایسا کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ حالیہ انکشافات کی روشنی میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ کہکشائیں (ماضی میں کائنات کے کسی حصے میں) آپس میں ٹکرائی ہیں جن کے نتیجہ میں نئے ستارے وجود میں آئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارا نظام شمسی بھی کسی ایسے ہی تصادم کا نتیجہ ہو مگر ایسے شواہد نہیں ملے اور موجودہ نظریہ ہے کہ ہمارا نظام شمسی ایک گردشی بادل کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا تھا۔ تاہم ایسا تصادم ایک بڑے

---

[1] کائنات کے موضوع پر مصنف کی کتاب بہ عنوان کائنات اور اس کا انجام مطالعہ فرمایئے جو جنگ پبلشرز لاہور نے شائع کی ہے اور فیروز سنز سے بھی دستیاب ہے۔

Marfat.com

پیمانے پر ہو جانا ناممکن تو نہیں اور نہ ہی ایسا ممکنات سے خارج ہے۔ زندگی بعد از موت کو ماننے والے اس بات سے مطمئن ہیں کہ ایک وقت آکر رہے گا جب کائنات کی قوتوں میں توازن بگڑ جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کائنات کی قوتیں موجودہ تناسب سے دیو قامت تناسب میں ہو جائیں اور آج جو مخفی ہے کل کو ظاہر ہو جائے۔ آج ہم روز قیامت کو ایک احتمالی یا قیاس احتمالیہ تصور کرتے ہیں، کل اسے ایک حقیقت جانیں گے۔

ایک دفعہ قیامت (Qiyamat) کو آخری دن قبول کر لیا جاتا ہے تو پھر دوسرا سوال جو پوچھا جانا چاہیے، وہ یہ ہے کیا موت کے بعد زندگی ہے؟؟ آج کل اس مادی دنیا میں تو اس کا جواب نفی کا رجحان رکھتا ہے اس لیے کہ ہم زندگی کو مادی عناصر کے حوالے سے سوچنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ہم سوچتے ہیں کہ زندگی وجود میں آتی ہے جب ان عناصر کو ایک مخصوص ترتیب میں رکھا جائے اور اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ موت کیا ہے؟ محض انہی عناصر کا منتشر ہونا بقول غالبؔ

؎ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور اعتدال
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشان ہونا

لہٰذا زندگی بعد از موت کے تصور کو اعتراضات سے ناممکن خیال کرتے ہیں اور یوم حساب کے تصور کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ایک مغربی دانشور زندگی بعد از موت کو اشاری یا علامتی سچائی (symbolic truth) خیال کرتے ہیں اور اسے سچ سچ ماننے سے انکار کرتے ہیں تاہم یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے اور موجود رہے گا کہ زندگی کے بعد کیا ہوگا؟ بقول اقبالؔ:

؎ تخیلات کی دُنیا غریب ہے، لیکن
غریب تر ہے حیات و ممات کی دنیا
(ضرب کلیم)

؎ آہ! یہ مرگ دوام آہ! یہ رزم حیات
ختم بھی ہو گی کبھی کشمکش کائنات
(ارمغان حجاز)

"چھٹی صدی قبل مسیح کی چینی فلسفی لاؤز کے مطابق موت اختتام نہیں ہے، نہ ہی پیدائش ابتدا ہے۔"

قارئین کرام! آیئے اب ہم بقا بعد الموت یا بقاء روح کے بارے میں عقائد کا ذکر کرتے ہیں۔

دنیا کے مختلف معاشروں میں بقا بعد الموت اور بقائے روح (یا زندگی بعد از موت) کا تصور موجود تھا۔

دنیا کے قدیم و جدید معاشروں میں زندگی بعد از موت کا عقیدہ یا تصور پایا جاتا ہے، جسے عموماً وہ بقائے روح (Immortality öf the soul) کہتے ہیں۔ ان عقائد میں اگر کوئی تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی ہے تو وہ وہاں کی مقامی تہذیب و ثقافت یا اس خطے کے مخصوص کلچر کی وجہ سے ہوئی ہے۔ مادہ پرست معاشروں میں بھی جو روحانیت کے انکاری ہیں، وہاں بھی کاذب مذہب (Pseudo Religious) رکھنے والے لوگوں کے چھوٹے حلقوں میں بھی بقائے روح کا دعویٰ موجود ہے مثلاً یہ کہ مردوں کی روحیں آوارہ گھومتی رہتی ہیں، بعض اوقات جسمانی صورت میں اور وہ زندہ لوگوں پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں، اس وقت تک جب تک وہ نئے جسموں میں آباد نہ ہو جائیں۔ درحقیقت یہ عقائد مصریوں، یونانیوں اور ہندوؤں میں موجود تھے۔ اسلام کے نقطۂ نظر کے خلاف یہ عقائد، درحقیقت ایک بگڑی ہوئی شکل میں تھے مثلاً ہندوؤں میں تناسخ یا جسے سنسکرت میں "مسئلہ آواگون" کہتے ہیں، یہ تھا اور اب بھی اسی صورت میں موجود ہے کہ جسم بار بار جنم لیتا ہے اور رُوح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں چلی جاتی ہے یا انسانی جسم مر کر پھر جنم لیتا ہے (یعنی روح ایک جسم سے نکل کر پھر کسی دوسرے جسم کی صورت میں جنم لیتی ہے)۔ بدھ مت میں بھی یہ عقیدہ موجود ہے۔

قدیم یونان میں روح کی بقا اور جسم کے دوبارہ زندہ ہونے (Resurrection) کا عقیدہ عام تھا، مثلاً یونان کے عظیم ریاضی دان اور فلسفی فیثاغورث (582 تا 507 قبل از مسیح) کا عقیدہ تھا کہ روح جسم کو چھوڑنے کے بعد ایک مخصوص زندگی اختیار کر لیتی ہے یعنی

Marfat.com

وہی زندگی جو وہ زمین کو چھوڑنے سے پہلے رکھتی تھی اور اُسے دنیا میں بھیجنے سے پہلے خاص ذمہ داریوں کے ساتھ ایک خاص مشن سونپا جاتا ہے۔ اگر دنیا میں یہ کوئی برا کام کرتی ہے تو اسے سزا ملے گی اور دوزخ میں پھینک دی جائے گی اور اسے بدروحیں (Demons) یا بھوت پریت تکالیف دیں گے۔ اس کے برعکس اگر یہ کوئی نیک کام کرتی ہے تو اسے اونچا مرتبہ ملے گا اور ایک پر مسرت زندگی گزارے گی۔ آپ غور فرمایئے تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ جو کہ وقت کے ساتھ ساتھ عموماً ہو جاتی ہیں۔ لیٹا غورث کے نظریات اور اسلام کے موجودہ جسم کے دوبارہ زندہ ہونے کے نظریات میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ اسی قسم کا نظریہ ایک اور یونانی فلسفی افلاطون (Plato 427 تا 347 قبل از مسیح) کا تھا۔ اپنی مشہور کتاب دی ری پبلک (The Republic) میں وہ لکھتا ہے کہ جسم کو چھوڑنے کے بعد روح اپنی مادی زندگی کو بالکل بھول جاتی ہے، اوپر چڑھتی ہے اور وہ ایک موزوں مملکت یا اقلیم (Realm) میں چلی جاتی ہے جو کہ روحانی دانش سے لبریز اور غیر فانی ہوتا ہے اور یہ روح ہر قسم کی دنیاوی قلت، کمی، غلطی، خوف، طیش (جذبہ) اور محبت سے آزاد ہو جاتی ہے جنہوں نے اسے دنیا میں رنج والم میں مبتلا رکھا تھا، یعنی جب وہ زمین پر رہتی تھی اندیشہ ہائے امروز و فردا کا شکار رہتی تھی۔ چنانچہ یہ روح انسانی جب فطرت کے برے نتائج سے آزاد ہوتی ہے تو اسے ہمیشہ کی زندگی یا حیات جاوداں سے نوازا جاتا ہے۔ انگریزی میں یوں کہہ سکتے ہیں:

Soul is blessed with eternal bliss

موت اٹل ہے اور انسان ازل سے زندگی بعد الموت پر یقین رکھتا آیا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اسی نظریے کو بنیاد بناتے ہیں۔ قدیم زمانے میں اہل مصر لاشوں کو حنوط کرتے تھے اور لکھا ہے کہ یہ پروسس ایک مردے پر 70 دن میں مکمل ہوتا تھا۔ یہاں اس پروسس کو بیان کرنا مقصد نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ مردوں کو حنوط کرنے (mummification) کا عمل بھی موت سے بقا حاصل کرنے کی کوشش تھی۔ یہ حنوط شدہ لاشیں قاہرہ کے عجائب گھر کے علاوہ لندن کے عجائب گھر میں بھی رکھی گئی ہیں جو تعداد میں تقریباً ۸۰ ہیں (مصر میں اسلام کے آنے کے بعد غالباً کوئی لاش حنوط نہیں کی گئی لیکن

Marfat.com

عین ممکن ہے اب بھی بعض مصری اس عقیدے پر یقین رکھتے ہوں یعنی لاشوں کو حنوط کرنے کے حامی ہوں)۔ یہ عقیدہ مصریوں میں اتنا پرانا ہے جتنی کہ انسانی تاریخ۔ پتھروں کے زمانے کے انسان یا حجری انسان (Neandethral) کی قبریں بھی اسی عقیدہ یعنی "زندگی بعد از موت" کی نشان دہی کرتی ہیں جو آج سے 50 ہزار سال پہلے کی ہیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی بعد از موت کا عقیدہ بہت قدیم ہے اور اس عقیدے کی بگڑی ہوئی شکل مادہ پرست فرقوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

تحقیقاتِ رُوح کی انجمنیں

(Societies for Pychical Research)

تحقیقاتِ رُوح (Psychical Research) کا تعلق ایسی مافوق الفطرت قوتوں، انسانی دماغ کی حیران کن قوتوں مثلاً غیب دانی، اشراق (Telepathy)، ادراک (قوت مدرکہ Cognition) سایہ، بھوت پریت، بھوتوں کا بسیرا، مرے ہوئے انسانوں کی روحیں جو زمین پر بسیرا کرتی ہیں اور خصوصاً مردوں کی روحوں سے رابطہ اور بقا بعد الموت جیسے خلافِ معمول یا غیر طبعی مظاہر واقعات کے سائنسی مطالعہ سے ہے۔

1882ء میں سوسائٹی فار سائیکیکل ریسرچ کی بنیاد لندن میں رکھی گئی، اس کے چھ سال بعد امریکہ میں اور پھر کئی یورپی ممالک مثلاً ہالینڈ، فرانس اور اٹلی میں رکھی گئیں اور اب بھی بڑی سرگرم عمل ہیں۔ ان انجمنوں کا بنیادی مقصد "روحیات" یا روح کے بارے میں مطالعہ کرنا تھا اور اس میں دلچسپی کی وجہ انیسویں صدی کے نصف میں روحیت پرست تحریک (Spiritualist Movement) کا آغاز تھا۔ اس تحریک کا نقطۂ آغاز اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے ہوا کہ روحوں سے باتیں کرنا یا رابطہ ممکن ہے اور اسی حوالے سے انہوں نے لفظ ارواحیت یا روحانیت (Spiritualism) کا استعمال کیا۔ آپ کی دلچسپی کے لیے اس کی تعریف انگریزی زبان میں یوں کی جاتی ہے جو انگریزی لغت کے مطابق مندرجہ ذیل ہے:

1- Spiritualism is a belief in the possibility of receiving messages from the spirits of the dead.

Marfat.com

2- Metaphyical belief in the independence existance of soul.

علم ارواحیت یا روحانیت کا ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ شاید زندگی بعد از موت کا علم ان روحوں کے ذریعے ہو جائے (یہ علم درحقیقت پیرا سائیکالوجی کا ایک اہم مضمون ہے) لیکن کوئی عملی تحقیق اس نازک مسئلے کی وضاحت نہیں کر سکی۔ ماہرینِ نفسیات کے لیے یہ ایک ہمہ وقت اُلجھن ہے۔ وہ غیب دانی (Clairvoyance) اور اشراق (Telepathy) کے ذریعے اس کی ٹوہ لگانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی ایسے تجربات کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بعض افراد میں غیر معمولی صلاحیتیں (paranormal abilities) ہوتی ہیں اور ان کی یہ غیر معمولی صلاحیتیں ایک متبادل اطلاع بہم پہنچا سکتی ہیں جو روحوں سے آ رہی ہوتی ہے۔

دلچسپ تجربات

یہ تجربات بھی "زندگی بعد از موت" کے سلسلے میں کیے گئے۔ واقعہ یوں ہے کہ رُوحیت پرست، ایف ڈبلیو ایچ مائیرز (F. W. H. Myers) اور سر اولیور لاج (Sir Oliver Logde) نے اپنے اپنے بند شدہ (Sealed) پیکجز (Packages) اس ارادے سے چھوڑے کہ ان کی موت کے بعد ان میں دی ہوئی ہدایات کے مطابق ان سے رابطہ یا بات چیت کی جا سکے۔ 1901ء میں مائیرز کی وفات کے بعد ان کی دی گئی ہدایات کے مطابق ان کی قبر سے رابطہ کیا گیا مگر ان کی روح سے کوئی بات چیت نہ ہو سکی۔ اسی طرح ایک خبر یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے مرنے کے بعد اس کی قبر کے ساتھ کلوزڈ سرکٹ ٹیلی ویژن عارضی طور پر فٹ کیا گیا، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ موت کے فوری بعد اس کی قبر میں کیا واقعات رونما ہوتے ہیں مثلاً مردے کی فرشتوں سے (اگر وہ قبر میں ظاہر ہوتے ہیں) کیا گفتگو ہو گی مگر یہاں بھی نتیجہ صفر تھا کیونکہ ٹیلی ویژن سکرین پر کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ اگر ایسا کیا گیا ہے تو میری حقیر دانست کے مطابق ہو سکتا ہے کہ دوسری دنیا یا غائب کی دنیا (Invisible World) کی لہروں کی طول موج (wave longth) ہماری مرئی دنیا (Visible World) کی لہروں کی طول موج سے بالکل ہی مختلف ہو جس وجہ سے ٹیلی ویژن سکرین پر کوئی چیز نظر نہیں آئی (اسلام کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں

Marfat.com

دو فرشتے منکر اور نکیر آتے ہیں اور مردے سے چند سوالات کرتے ہیں)۔

تاہم یہ تمام تجربات جو ماہر نفسیات اور روحیت پرست کر رہے ہیں، زندگی بعد از موت یا بقا بعد الموت (existance after death) کے سلسلے میں ہی ہیں جو ابھی تک ناکامی سے دوچار ہیں۔ اب ہم زندگی بعد از موت کے سلسلہ میں بعض قریب المرگ لوگوں کے تجربات کا ذکر کریں گے۔

قریب المرگ تجربات (Near-Death Experiences)

مندرجہ ذیل پیراگراف پر توجہ فرمایئے:

"A man .... hears himself pronounced dead by his doctor. He begins to hear an uncomfortable noise, a loud ringing or buzzing, and at the same time feels himself moving very rapidly through a long dark tunnel. After this, he suddenly finds himself outside of his own physical body ..... and sees his own body from a distance as though he is a spectator .... Soon other things begin to happen. Others come to meet and to help him. He glimpses the spirits of relatives and friends who have already died, and a loving, warm spirit of a kind he has never encountered before - a being of light - appears before him. He is overwhelmed by intense feelings of joy, love and peace. Despite his attitude he somehow reunites with his physical body and lives." (Moody 1976, pp 23-24)

مذکورہ بالا پیراگراف کا مفہوم یہ ہے کہ (ہسپتال میں یا بستر مرگ پر) ایک آدمی سنتا ہے کہ ڈاکٹر نے اسے مردہ قرار دے دیا ہے۔ وہ ایک تکلیف دہ (بے آرامی کا) شور سنتا ہے جیسے کوئی گھنٹی کی اونچی آواز ہو یا ایسا شور جس میں ملی جلی آوازیں ہوں اور اسی وقت وہ اپنے آپ کو ایک تاریک طویل سرنگ میں بہت تیزی سے حرکت کرتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ اچانک اپنے جسم (طبیعی جسم) سے باہر آجاتا ہے اور ایک فاصلے پر اپنے ہی جسم کو دیکھتا ہے جیسے کہ وہ کوئی تماشائی ہو..... فوراً پھر دوسری چیزیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر دوسرے لوگ اس کی مدد اور ملاقات کرنے آتے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کی روحوں کی جھلک دیکھتا ہے جو کہ پہلے سے فوت ہو چکے ہیں

Marfat.com

اور ایک نہایت پیار کرنے والی گرم جوشی سے ملنے والی مہربان روح جس سے پہلے کبھی ملاقات نہ ہوئی ہو..... روشنی کی صورت میں اس کے سامنے ظاہر ہوتی ہے..... وہ خوشی، محبت اور سکون (امن) کے شدید احساسات سے لبریز ہو جاتا ہے یا ایسے احساسات کا اظہار کرتا ہے۔ باوجود اس (باوصف) رویہ کے وہ کسی طرح سے اپنے طبیعی جسم میں دوبارہ آ جاتا ہے اور زندہ ہو جاتا ہے۔"

یہ پیراگراف ریمنڈ موڈی (Raymond Moody) کی کتاب (زندگی بعد از زندگی" (life after life) سے ماخوذ ہے اور مذکورہ بیان "قریب المرگ" لوگوں کا ملا جلا بیان ہے۔ ایسی رپورٹیں عموماً مثبت ہوتی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بڑے اطمینان کی بات ہے کہ انسان موت کے بعد محبت، خوشی اور پرسکون زندگی کے احساسات سے لبریز ہوتا ہے، لیکن ان لوگوں نے زندہ ہونے کے بعد دوزخ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

اگرچہ ان لوگوں میں سے کچھ مردہ خیال کیے گئے، لیکن حقیقی معنوں میں ان کے دماغ مردہ نہیں ہوئے تھے۔ اگر ان کے دماغ بھی مردہ (dead) ہو جاتے تو پھر وہ زندہ ہونے کے بعد اپنے قریب المرگ تجربات بالکل نہ بتا سکتے، اسی لیے اسے "قریب المرگ" تجربات کہا گیا ہے۔

یہ تجربات تو موت کی دوسری طرف بابرکت زندگی کا اشارہ کرتے ہیں اور کیا یہ افلاطون کے عقیدے کو ثابت بھی کرتے ہیں کہ روح (mind or soul) جسم (body) سے علیحدہ ہو سکتی ہے؟ کیا روح کی ایسی پروازیں قابل اعتبار حد تک ان لوگوں میں واقع ہوتی ہیں جو موت کا سامنا کرتے ہیں؟

قریب المرگ تجربات شک و شبے سے بعید عام ہیں۔ کئی محققین نے سو یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کے انٹرویو کیے جن کو کوئی جسمانی ضرب لگی، کوئی صدمہ ہوا یا (عارضی طور پر) حرکت قلب بند ہو گئی، ان میں سے 30 تا 40 فی صد لوگوں نے قریب المرگ تجربات بیان کیے۔ اسی طرح قومی سطح پر امریکہ میں 1986ء میں سیمپ سروے کیا گیا، ان میں سے 15 فی صد لوگوں نے قریب المرگ تجربات کا انکشاف کیا۔ ان لوگوں کا 1/3 جو کہ 80 لاکھ لوگوں کی نمائندگی کرتا تھا، نے کئی عارفانہ تجربات (mystical

Marfat.com

(experiences کا بھی ذکر کیا۔ ان میں سے بعض نے ان باتوں کو بھی (زندگی میں لوٹ آنے کے بعد) دُہرایا جو انہوں نے بے ہوشی کے دوران کہیں یا جب وہ موت کے بالکل قریب تھے۔ پھر ایسے مریض بھی جنہیں کسی بڑے آپریشن کے لیے بے ہوش کیا گیا تو انہوں نے آپریشن روم میں ہونے والی تمام گفتگو بھی بیان کی۔

کیا موڈی کے "قریب المرگ تجربات" ہمیں مانوس یا جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں؟ مثلاً مندرجہ ذیل تجربات خلاصے کے طور پر بیان کیے جاتے ہیں جو لوگوں (مریضوں) نے بیان کیے جب وہ قریب المرگ تھے۔

1- پرانی یادوں کو دُہرانا (replay of old memories).

2- جسم کے باہر محسوسات (out of body sensations)

3- سرنگ یا صراحی مانند ٹنل دیکھنا (visions of tunnels and, funnels)

4- تیز روشنیاں (bright lights)

5- خود روشنی کا بن جانا (being of light)

لیکن ماہر نفسیات رونلڈ سیگل (Ronald Siegel) نے 1977ء میں اپنی تحقیق کے مطابق بتایا کہ مذکورہ بالا تمام تجربات فریب نظر کی وجہ سے ہیں (یعنی ایسے محسوسات یا دماغی عکس ہیں جو کسی ڈرگ کی بدولت پیدا ہو جاتے ہیں)۔ اس کا خیال ہے کہ جب انسانی دماغ زیر دباؤ ہوتا ہے تو قریب المرگ تجربات پیدا کرتا ہے یا پھر آکسیجن کی کمی بھی مریض میں فریب نظر پیدا کرتی ہے۔ پھر اس کا کہنا ہے کہ جو لوگ توہم پرستی یا خواب خیالی میں مبتلا رہتے ہیں (انگریزی میں انہیں Fantacy- Prone کہتے ہیں) وہ بھی "فریب نظر" کا شکار ہو جاتے ہیں۔

1980ء میں رونلڈ سیگل نے قریب المرگ تجربات کی ایک اور توضیح پیش کی۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارا دماغ، جب باہر سے Input مدہم (Dim) ہو جاتی ہے تو دماغ کی اپنی اندرونی سرگرمی شروع ہو جاتی ہے۔ وہ اسے ایک تمثیل کے طور پر بیان کرتا ہے کہ جب ہم شام کے وقت کمرے کی کھڑکی کو غور سے دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ہمیں کمرے کا اندرونی عکس نظر آنا شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ باہر ہے اور جب باہر کی روشنی مدہم پڑ رہی ہوتی

Marfat.com

ہے (جیسا کہ قریب المرگ تجربات میں) تو اندر کی روشنی بڑھ رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ہم اپنی اندر کی کھڑکی پر خیال بندی کرتے ہیں، تو سیگل کے مطابق ہمارے دماغ کے اندرونی عکس اصلی ظاہر ہوتے ہیں، لیکن قریب المرگ تجربات کا کھوج لگانے والے بعض محققین، متذکرہ بالا سیگل یا دوسرے بھی جو سیگل کے ہم خیال ہیں، ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ فریب نظر تجربات اور قریب المرگ نظریات میں کوئی مماثلت نہیں ہے یعنی فریب نظر اور قریب المرگ تجربات (Near Death Experiences) میں کوئی مماثلث نہیں ہے اور قریب المرگ تجربات حاصل کرنے والے لوگوں کے طور طریقوں میں بڑی تبدیلی آجاتی ہے، مثلاً وہ زیادہ مہربان، زیادہ روحانی اور زندگی بعد از موت پر زیادہ یقین کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ڈرگ کے عادی لوگ جو اس قسم کے تجربات کا بھی دعویٰ کرتے ہیں، اپنی زندگی میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں لاتے۔

اسی طرح دوسرے محققین Suedfeld & Mocelln نے 1987ء میں یہ خیال ظاہر کیا کہ ایسے "تجربات" انسان کو سونے اور جاگنے کے درمیان نئے "حالت شفق" (Twilight) کہا جاتا ہے، بھی ہوتے ہیں مثلاً بعض دفعہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بستر کے اوپر تیر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

"قریب المرگ تجربات" نے روح اور جسم کے بنیادی مسئلے پر ایک بحث چھیڑ دی ہے اور اس قسم کے سوالات پر بحث ہوتی ہے کہ کیا روح لافانی ہے؟ کیا یہ جسم سے الگ وجود رکھتی ہے؟ جو لوگ روح اور جسم (مادہ) پر یقین رکھتے ہیں اور جنہیں ثنوی (dualists) کہا جاتا ہے، وہ اس کا "ہاں" میں جواب دیتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ روح اور جسم دو مختلف وجود یا جداگانہ چیزیں ہیں۔ روح غیر طبیعی اور جسم طبیعی ہے جو کسی وجہ سے ایک دوسرے کے لیے کشش رکھتے ہیں جیسا کہ یونانی فلسفی سقراط نے Plato's Phoado میں کہا ہے، کیا موت کا یہ مطلب تو نہیں کہ جسم الگ رہتا ہے جب روح کو اس سے جدا کر دیا جاتا ہے، اور روح الگ رہتی ہے جب اسے جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے؟ پھر موت کیا ہے؟ سقراط کے مطابق ان لوگوں کے لیے جو "قریب المرگ تجربات" سے گزرے ہیں، ابدی زندگی یا بقائے زندگی کی شہادت ہیں اور موت درحقیقت کسی شخص کی

Marfat.com

موت نہیں ہے۔ موت کا مطلب کسی شخص کی جسمانی قید سے آزادی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو یہ ایک جشن منانے کا موقع ہوتا ہے۔ چنانچہ نظریہ ثنویت پر اعتقاد رکھنے والے یعنی جن کا عقیدہ ہے کہ روح اور جسم دو الگ چیزیں ہیں وہ زندگی بعد از موت کے سفر سے خوش ہیں اور اس کی ستائش کرتے ہیں اور اسی قسم کے عنوانات پر کتابیں بھی ملتی ہیں، مثلاً The Thrill of Dying اور The wonderful world of Death وغیرہ وغیرہ۔

ان کے برعکس جو لوگ روح اور جسم کو الگ الگ نہیں سمجھتے یعنی ان کو قائل وحدت (Monists) کہا جاتا ہے، ان کا خیال ہے کہ روح اور جسم ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں۔ وہ موت کو برحق سمجھتے ہیں، لیکن روح کو جسم سے الگ تصور نہیں کرتے اور وہ قریب المرگ تجربات کو نہیں مانتے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ فریب نظر یا وہم ہیں لیکن وہ لوگ (1/3) جو موت کے منہ سے بچ گئے مثلاً جن کی حرکت قلب عارضی طور پر رک گئی (مثلاً cardial arrest ہو گیا) تو انہوں نے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد قریب المرگ تجربات بیان کیے اور نظریہ ثنویت کے ماننے والے ان قریب المرگ تجربات کو زندگی بعد از موت کی شہادت قرار دیتے ہیں۔ یہاں میں نے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں، ہو سکتا ہے آنے والے وقتوں میں ہم کسی مثبت اور حتمی نتیجے پر پہنچ جائیں۔

جنت کی سیر

شاید بعض قارئین ایک بچے کی شہادت کو تسلیم نہ کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ اٹلی کا پیٹرو نامی ایک پانچ سالہ بچہ جو کار اور سائیکل کے حادثے میں شدید زخمی ہو گیا تھا۔ اُسے بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال میں داخل کروادیا گیا تھا۔ جب پیٹرو ڈاکٹروں کی سر توڑ کوشش سے 3 ماہ بعد سکتے کے عالم میں بیدار ہوا تو وہ ان تمام رشتے داروں سے آگاہ تھا جو اس کے پیدا ہونے سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے۔ اس نے بتایا کہ وہ تین ماہ دادی، دادا اور تمام رشتے داروں کے ساتھ رہا اور وہ روشنی کے ایک بہت بڑے دھارے کے ذریعے جنت میں پہنچ گیا تھا۔ اُس نے مزید کئی دلچسپ اور حیران کن باتیں بتائیں (جن کی یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے) مثلاً دادا اور دادی جسمانی طور پر کیسے تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے والد نے تصدیق کی کہ وہ باتیں حرف بہ حرف درست تھیں۔ پیٹرو نے بتایا کہ اس کا واپس

آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر اس کی دادی اور دادا نے کہا کہ واپس چلے جاؤ تمہارے والدین پریشان ہیں پیٹرو کے والد نے کہا کہ اس عجیب و غریب واقعہ سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی انسان کسی دوسرے جہاں میں زندہ رہتا ہے۔ پیٹرو جتنا عرصہ سکتے کے عالم میں رہا اس کی روح جنت میں رہی۔

(خبر از روزنامہ پاکستان لاہور، 16 جنوری 1995ء)۔

تمام ماہرین فلکیات اس نظریے پر متفق ہیں خصوصاً پر جو عظیم دھماکہ اور جھولنے یا ارتعاشی نظریۂ کائنات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ کائنات اپنے اختتام کو پہنچے گی اور پھر نئی کائنات (دنیا) پیدا ہو گی۔ کم از کم وہ سب اس بات پر تو متفق ہیں کہ قیامت آنے والی ہے۔ جھولنے کے نظریے میں جب کائنات کا پھیلاؤ نیز (Expansion Phase) ختم ہو جائے گا تو یہ تھم جائے گی اور پھر سکڑنا شروع کر دے گی اور تمام کہکشائیں ایک دوسری کے بعد سکڑنا شروع کر دیں گی اور آخر کار اسی نقطے پر پہنچ جائیں گی جہاں سے یہ کائنات شروع ہوئی تھی۔

ذرا غور فرمایئے اس جدید سائنسی نظریے اور قرآن حکیم کی سورۃ الانبیاء 21 کی آیت 104 میں کس قدر مماثلت ہے۔ دوبارہ اس آیت کے ترجمہ پر غور فرمایئے:

ترجمہ: "ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے جیسے تحریر کے کاغذ کا طومار لپیٹا جاتا ہے۔"

سورۃ ابراہیم 15 کی آیت 48 کا ترجمہ بھی دوبارہ ملاحظہ فرمایئے کہ قیامت کے بارے میں ذکر ہوتا ہے کہ اس روز کیا ہو گا؟

"اس روز یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بدلے جائیں گے۔"

واضح ہو گیا کہ نئی زمین پیدا ہو گی، نئے آسمان پیدا ہوں گے۔ نئی زمین کے کیا خدوخال ہوں گے؟ نئے آسمانوں کے کیا خدوخال ہوں گے؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات جانتی ہے۔ عین ممکن ہے یہی وہ دنیا ہو جہاں پر دوزخ اور جنت ہوں، وہی دنیا ہو جسے ابدیت حاصل ہو اور اس مادی دنیا کے رہنے والے تمام انسان ہوں جنہیں اس روحانی

Marfat.com

دنیا میں ہمیشہ رہنے والی زندگی انعام واکرام کے ساتھ عطا کر دی گئی ہو اور یہی ہو 'زندگی بعد از موت" جو آج ہمارا موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا۔ آج جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں، ان کے بارے میں بھی قرآن حکیم کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

قیامت کا انکار کرنے والے

ارشاد ہوا:

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: جب وہ (قیامت کی) ساعت برپا ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم لوگ تو (دنیا میں) ایک گھڑی بھر سے زیادہ رہے ہی نہیں۔ اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں دھوکا کھایا کرتے تھے، مگر جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا ہے وہ (ان کے جواب میں) کہیں گے کہ نوشتۂ الٰہی کے مطابق تم (دنیا میں) قیامت کے دن تک رہے ہو تو یہ وہی قیامت کا دن ہے لیکن تم اس کا یقین ہی نہیں کرتے تھے۔ غرض اس روز ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور نہ ان سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔

(سورۃ الروم 30، آیت 55 تا 57)

قارئین کرام! ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی بخشش اور رحم و کرم سے نااُمید ہرگز نہیں ہونا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

ترجمہ: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیوں نہیں اللہ کی بڑائی سے امید رکھتے اور اسی نے بنایا تمہیں طرح طرح سے۔

دوسرا ترجمہ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ سے عزت کی اُمید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں پیدائش کے مختلف ادوار (اطوار) سے گزارا۔

(سورۃ نوح 71، آیت 13,12)

مطلب یہ ہے کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت اور بڑائی کے قائل نہیں ہوتے اور اس کے آگے جھک کر دنیا اور آخرت کی نعمتیں نہیں سمیٹتے۔ تمہیں اُسی نے تو تخلیق کے مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کیا اور مختلف حالات میں پالا ہے۔ اس آیت سے واضح ہو گیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے نا اُمید نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب انسان لاکھوں اور کروڑوں سالوں پر محیط ارتقاء کے ذریعے اتنی مشکل کے بعد پیدا ہوا ہے تو کیوں خدا سے اور زیادہ عزت کی امید نہیں رکھتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پیدائش کے اس سے بھی بلند تر مرحلوں تک پہنچ سکتا ہے۔

سورۃ الحدید 57 کی آیت 3 اور 4 کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝

ارشاد ہوا: وہ اول ہے جس سے پہلے کوئی اول نہیں اور وہ آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہیں۔ وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور سب سے زیادہ مخفی ہے اور اس کا علم تمام اشیائے کائنات کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ ایام (ادوار) میں پیدا کیا اور پھر قائم ہوا عرش پر (پھر اپنے جلال کبریائی پر متمکن ہو گیا) وہ جانتا ہے جو اندر جاتا ہے زمین کے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو (اعمال کو) خوب دیکھتا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعائے خیر

قارئین کرام! قیامت کے تصور سے گھبرایئے مت! حکیم الامت علامہ اقبال کی ایک خوبصورت رُباعی سے لطف اٹھایئے جو یوم حساب کے بارے میں ہے۔

بہ پایاں چوں رسد ایں عالم پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رُسوا حضور خواجہؐ ما را
حساب من زچشم او نہاں گیر

(ارمغانِ حجاز)

مطلب: (اے خدا!) جب یہ بوڑھا جہاں اختتام کو پہنچے (اور) ہر چھپی ہوئی تقدیر ظاہر ہو جائے (اس وقت) ہمیں آقا ﷺ کے سامنے ذلیل نہ کیجیو، میرا حساب آپ ﷺ کی نظر سے چھپا لیجیو۔

آیئے قارئین کرام! شیخ سعدی شیرازیؒ کی اس دعا میں میرے ساتھ شریک ہو جایئے:

کریما بہ بخشائے برحال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا
نداریم غیراز تو فریادرس
توئی عاصیاں را خطا بخش وبس
نگاہ دار ما را ز راہ خطا
خطا در گزار وصوابم نما

مطلب: اے ربِ کریم! میرے حال پر رحم فرما کہ نفس کا قیدی ہوں (نفس کی قید میں گرفتار ہوں)۔ تیرے سوا میری فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ تو ہی گنہگاروں کی خطائیں بخشنے والا ہے۔ گناہوں کے راستے سے ہم کو بچا۔ ہماری خطا سے درگزر کر اور سیدھا راستہ دکھا (آمین!)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان دعاؤں اور حضور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام کے ساتھ اب یہ کتاب یہاں مکمل ہے۔ سب کو سلام، سب کے لیے دُعا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

علم کی پیاس

قرآنی حوالہ جات

نام سورۃ	آیت	صفحہ
الجاثیہ 45	6	3
الحج 22	47	13
الانعام 6	59	14
حم السجدۃ 41	53	29
فاطر 35	28	29
المجادلہ 58	11	36
النمل 27	15	37
النمل 27	16,15	37
طٰہٰ 20	114	38
العلق 96	1 تا 5	38
الغاشیہ 88	17 تا 20	43
الذاریات 51	21,20	43
الانعام 6	101	49
الحجر 15	86	49
النبا 78	7,6	50
الحجر 15	19	50
النحل 16	15	50
البقرۃ 2	107,106	55
الانبیا 21	33	56
یٰسٓ 36	40	57
البقرۃ 2	2 تا 4	60
التوبہ 9	25	61
البقرۃ 2	260	63
الانعام 6	103	65
آل عمران 3	191,190	66
یوسف 12	105	67
الحجر 15	19	73
القصص 28	73,71	76
المومنون 23	18	77
الزخرف 43	11	78
الروم 30	48	79
الحج 22	5	86
النمل 27	60	87
التین 95	4	92
صٓ 38	71	93
الانعام 6	2	93
الاعراف 7	12	93
بنی اسرآءیل 17	61	93
الصّٰفّٰت 37	11	93
المؤمن 40	67	93
الرحمٰن 55	14	93
الحجر 15	26	94

Marfat.com

نام سورۃ	آیت	صفحہ
الحجر 15	28	94
السجدۃ 32	7	94
النور 24	45	94
الفرقان 25	54	95
الانعام 6	98	95
الزمر 39	6	95
النحل 16	4	95
الحج 22	5	95
المرسلت 77	20	96
آل عمران 3	59	96
الطارق 86	6	96
السجدۃ 32	8	96
آل عمران 3	6	96
الزمر 39	6	96
العلق 96	2	96
البقرۃ 2	117	97
یٰسٓ 36	82	98
ص 38	75,72,71	102
نوح 71	18,17	115
الانعام 6	38	116
الدھر 76	1,2	125
المومنون 23	14,13	126
النساء 4	1	128,127

نام سورۃ	آیت	صفحہ
الاعراف 7	172	128
حٰمٓ السجدۃ 41	53	138
النحل 16	89	154
العنکبوت 29	69	155
یٰسٓ 36	70,69	156
ص 38	88,87	156
الذاریات 51	49	156
الاعراف 7	189	159
آل عمران 3	47	160
آل عمران 3	40	162
العنکبوت 29	20	163
البقرۃ 2	30	164
الاعراف 7	180	177
بنی اسرآءیل 17	110	178
آل عمران 3	191	179
الرعد 13	28	180
الحج 22	46	181
القصص 28	73ٹ71	185
المومن 40	61	186
النمل 27	86	186
الفرقان 25	47	187
یونس 10	67	187
الصّٰفّٰت 37	102,101	201

Marfat.com

نام سورۃ	آیت	صفحہ
الصّٰفّٰت 37	103 تا 106	202
یوسف 12	5,4	203
یوسف 12	36	204
یوسف 12	41	204
یوسف 12	43	205
یوسف 12	37	205
یوسف 12	21	206
یوسف 12	101,100	207,206
الفتح 48	27	208
الاحقاف 46	8,7	221
بنی اسرآءیل 17	88	223
الانبیآء 21	30	230
حٰمٓ السجدۃ 41	9 تا 11	235
الذریت 51	47	235
یٰسٓ 36	38 تا 40	239
الشوریٰ 42	29	242
بنی اسرآءیل 17	44	242
مریم 19	93	242
الرحمٰن 55	15	243
الانعام 6	125	244
یونس 10	61	245
النور 24	43	245
الحج 22	5	247
الحجر 15	22,21	248,246,

نام سورۃ	آیت	صفحہ
الرعد 13	8	249
الحجر 15	19	249
النور 24	40	250
الانعام 6	38	251
المومنون 23	12 تا 14	252
القیٰمۃ 75	36 تا 39	253
العلق 96	1 تا 2	254
القیٰمۃ 75	3 تا 4	255
النبا 78	6 تا 7	256
الانشقاق 84	18 تا 19	257
یونس 10	92	260
النور 24	35	263
حٰمٓ السجدۃ 41	53	263
النمل 27	93	263
الجاثیہ 45	6	264
یوسف 12	105	265
الانعام 6	38	269
ابراھیم 14	48	269
ابراھیم 14	51	270
الحاقہ 69	14	270
الانبیآء 21	104	270
المطففین 83	6,5,4	271
الروم 30	55 تا 57	288
نوح 71	13,12	289
الحدید 57	4,3	289

Marfat.com

انسانی کلوننگ کے بارے میں نئی معلومات

قارئین کرام! آپ پانچویں باب میں انسانی کلوننگ کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ فرما چکے ہیں۔ اب جب کہ یہ کتاب اشاعت کے آخری مراحل طے کر رہی تھی تو انسانی کلوننگ سے متعلق نئی معلومات پریس میڈیا میں اور ٹیلی ویژن پر آنا شروع ہو گئیں (28 دسمبر 2002 تا یکم جنوری 2003) اور ساتھ ہی اس نازک مسئلے پر بحث و تمحیص کا بھی آغاز ہو گیا لہٰذا میں نے محسوس کیا کہ انسانی کلوننگ کے بارے میں آپ کی معلومات میں مزید اضافہ کر دیا جائے۔ یہ معلومات خبروں کی صورت میں مندرجہ ذیل ہیں۔

کلوننگ کے ذریعے پہلی بچی کی ولادت عمل میں آ گئی: فرانسیسی سائنسدان

ہالی وڈ (رائیٹرز) ایک فرانسیسی سائنس دان نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کی کمپنی نے کلوننگ کے ذریعے پہلی انسانی بچی پیدا کر لی ہے جس کا نام "حوا" رکھا گیا ہے۔ فرانسیسی سائنس دان بریجٹ بوائزلر نے جو "کلون ایڈ" نامی کمپنی کی سربراہ ہیں، گذشتہ روز ایک پریس کانفرنس کے دوران بتایا کہ 7 پونڈ وزنی یہ بچی جمعرات کو سزیرین آپریشن کے ذریعے پیدا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اس بچی کی ماں 31 سالہ امریکی خاتون ہیں، جنہوں نے اس تجربے کے لیے اپنا ڈی این اے رضاکارانہ طور پر پیش کیا اور ایمبریو (جنین) کی تشکیل کے بعد 9 ماہ اسے اپنے پیٹ میں رکھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بچی بالکل اپنی ماں کی ہم شکل ہو گی۔ بوائزلر نے صحافیوں کو بتایا کہ ماں اور بچی بالکل صحت مند ہیں اور بچی کے والدین اس کی پیدائش پر بہت خوش ہیں، تاہم فرانسیسی سائنس دان نے اس موقع پر ماں اور بچی کے ڈی این اے کا موازنہ کر کے نہیں دکھایا جس سے ان کے دعویٰ کی تصدیق ہو سکتی۔ بوائزلر نے مزید کہا کہ بچی کو 3 دنوں تک گھر لے جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ بوائزلر جو خود کو ریلین فرنے کی بش اپ کہتی ہیں، کا طب سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے پاس کیمسٹری کی ڈگری ہے۔ دوسری جانب روم میں مشہور سائنس دان ڈاکٹر سوریو انیوری نے ریلین فرنے کا دعویٰ مسترد کر دیا ہے اور کہا کہ اس گروہ کے پاس اپنے دعویٰ کا کوئی سائنسی ثبوت نہیں۔

کلوننگ کے ذریعے ذہین افراد کی خدمات منتقل کی جا سکیں گی: ماہرین

لاہور، کوئٹہ (سٹاف رپورٹر + سپیشل رپورٹر) دنیا میں کلوننگ کے ذریعے پہلی بچی کی پیدائش کے سلسلے میں طبی ماہرین نے مختلف رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس عمل کے ذریعے ذہین افراد کی خدمات منتقل کی جا سکیں گی جبکہ بولان میڈیکل کالج کے اسسٹنٹ پروفیسر، ماہر امراض جلد و مخصوصہ ڈاکٹر سید شمس الدین نے فرانس میں کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والی بچی کے بارے میں کہا

Marfat.com

کہ اس کی نشوونما عام بچوں کی طرح ہو گی، اس کا دفاعی نظام نارمل بچوں کی طرح ہوگا اور وقت کے ساتھ بچی کا قد بھی بڑھے گا۔ ڈاکٹر شمس نے بتایا کہ جدید سائنس کے ذریعے مذکورہ بچی کا وجود عمل میں آیا ہے، جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ بے اولاد لوگوں کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ اس طریقے سے اولاد کی نعمت حاصل کر سکیں گے۔ بولان میڈیکل کالج کے پروفیسر عبدالغفار ناگی سربراہ شعبہ اطفال نے بتایا کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والی بچی کینسر اور دیگر مہلک بیماریوں کا شکار ہو سکتی ہے، اس کا دفاعی نظام مضبوط نہیں ہوگا۔ پروفیسر ڈاکٹر یاسمین راشد نے کہا ہے کہ وہ اس اہم مسئلے پر بات نہیں کرنا چاہتیں کیونکہ یہ غیر اخلاقی ایشو ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ خدا بننے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو فائدہ تو کوئی نہیں نقصان ہی ہو سکتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر ہاجرہ حنیف نے کہا کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والے بچے اور عام بچوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا، صحت کے لحاظ سے بھی وہ عام بچوں جیسا ہوگا۔

زندگی کا وجود ماورائی مخلوق کے ذریعے عمل میں آیا: فرانسیسی سائنس دان کے فرقے کا عقیدہ

ہالی وڈ (رائٹرز + اے ایف پی) کلوننگ کے ذریعے پہلی انسانی بچی پیدا کرنے کے دعویدار گروہ "ریلین" کے دنیا بھر میں 55 ہزار پیروکار ہیں۔ اس فرقے کا دعویٰ ہے کہ زمین پر زندگی کا وجود مادرائی مخلوق کے ذریعے عمل میں آیا جو 25 ہزار برس قبل اڑن طشتری کے ذریعے یہاں آئی اور یہ کہ انسان خود کلوننگ کی پیدائش ہے۔ اس فرقے کا بانی کلاڈ وارلہون نامی سابق فرانسیسی صحافی ہے جو کیوبک میں رہتا ہے اور خود کو پیغمبر کہلواتا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ کلوننگ سے انسان کو دائمی حیات مل جائے گی۔ اس شخص نے 1997ء میں بہاماس میں "کلون ایڈ" نامی کمپنی کی بنیاد رکھی۔

آئندہ چند ہفتوں میں کلوننگ کے ذریعے مزید 4 بچے پیدا ہوں گے

ہالی وڈ (رائیٹرز) کلوننگ کے ذریعے دنیا کی پہلی انسانی بچی کی پیدائش کا دعویٰ کرنے والے گروہ "ریلین" کے ارکان کا کہنا ہے کہ آئندہ چند ہفتوں میں چار مزید بچے اس عمل کے ذریعے پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ایک کی پیدائش شمالی امریکہ، ایک کی یورپ اور دو کی ایشیا میں متوقع ہے۔ ان میں سے وہ یورپی جوڑا جس کے گھر کلوننگ کے ذریعے بچے کی پیدائش متوقع ہے، ہم جنس پرست خواتین کا ہے۔

دنیا بھر میں انسانی کلوننگ پر بحث شدت اختیار کر گئی۔ خبر سچ ہوئی تو بھی انسانی کلوننگ پر پابندی برقرار رہے گی: برطانیہ

واشنگٹن (اے ایف پی) امریکہ میں ایک متنازعہ فرقے کی جانب سے کلوننگ کے ذریعے دنیا کی پہلی انسانی بچی کی پیدائش کے اعلان کے ساتھ ہی دنیا بھر میں یہ بحث دوبارہ شدت کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی ہے کہ انسانی کلوننگ کی جانی چاہیے یا نہیں۔ فرانس اور جرمنی پہلے ہی یہ مطالبہ کر رہے ہیں

Marfat.com

کہ انسانی کلوننگ پر پابندی عائد کی جائے جبکہ امریکہ اور سپین بھی ویٹیکن کے دباؤ کے تحت انسانی کلوننگ کا عمل بند کرنا چاہتے ہیں۔ امریکی دفتر خارجہ کے ترجمان کے مطابق امریکہ نے 8 نومبر (2002ء) کو اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اجلاس میں دوسرے ممالک کے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ وہ انسانی کلوننگ پر پابندی عائد کرنے کے لیے دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر کام کرے گا۔ دوسری جانب برطانیہ نے بھی کلوننگ کے ذریعے پہلی بچی کی پیدائش کی خبروں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ برطانیہ کی انسانی بار آوری اور بیضیات اتھارٹی کے ترجمان نے کہا کہ اگر یہ خبریں سچی ہوئیں تو بھی برطانیہ انسانی کلوننگ پر عائد پابندی برقرار رکھے گا۔

امریکہ میں پہلی کلونڈ بچی کی پیدائش کے دعویٰ پر دنیا بھر میں نیا طوفان

میامی (فارن ڈیسک) امریکہ میں کلوننگ کے ذریعے پہلی انسانی بچی کی پیدائش کے دعویٰ کے بعد دنیا بھر میں طوفان برپا ہو گیا۔ یہ دعویٰ فرانسیسی جینیاتی سائنس دان اور ہیومن کلوننگ سوسائٹی "کلونیڈ" کی صدر بریجٹ بوائزلر نے کیا ہے۔ بچی کی شناخت اور مقام پیدائش صیغہ راز میں رکھی جا رہی ہے۔ بریجٹ نے دعویٰ کیا کہ چند ماہ بعد ایک اور امریکی جوڑے کے ہاں بھی کلونڈ بچی کی پیدائش ہونے والی ہے۔ کلوننگ ایک ایسا مصنوعی طریقہ افزائش ہے جس کے ذریعے انسان سمیت کسی بھی جاندار کی ہو بہو نقل تیار کی جا سکتی ہے۔ جس انسان کی کلوننگ مقصود ہو (ڈونر) اس کے بدن سے ایک خلیہ لے کر اس کا نیوکلیس علیحدہ کر دیا جاتا ہے دوسری جانب بار آور ہونے سے قبل ایک خاتون کے مادہ تولید سے جینیاتی مواد الگ کر دیا جاتا ہے اور باقی ماندہ مادہ تولید سے ڈونر کے نیوکلیس میں موجود جینیاتی مواد لیبارٹری میں ملاپ کرایا جاتا ہے۔ ایسے ملاپ کے نتیجے میں انسانی زندگی کی ابتدائی شکل ایمبریو وجود پاتا ہے جسے لیبارٹری سے خاتون کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور وہ بتدریج بچے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کی پیدائش نارمل بچوں کی طرح ہوتی ہے۔ مذہبی اور قدامت پرست حلقے انسانی کلوننگ پر اعتراض کرتے ہوئے اسے انسانی بچے سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمبریو انسانی رحم میں منتقل کرنے سے قبل لیبارٹری میں ہی ضائع کر دیا جائے تو بھی یہ ایک انسانی جان کا قتل ہے۔ امریکہ سمیت کئی مغربی ممالک میں طویل عرصے سے جینیاتی سائنس دان انسانی کلوننگ پر خفیہ کام کر رہے ہیں، تاہم عوامی سطح پر شدید مخالفت کے پیش نظر امریکی کانگریس انسانی کلوننگ پر پابندی کے لئے قانون سازی پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ دوسری جانب جینیاتی سائنس دان انسانی کلوننگ کے حق میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس طریقہ پیدائش کی مدد سے کینسر، رعشہ، ذیابیطس سمیت متعدد موذی امراض کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

انسانی کلوننگ سے ابدی زندگی ممکن ہے، متنازعہ طریقہ افزائش کے بانی کی ہرزہ سرائی

میامی (فارن ڈیسک) انسانی کلوننگ کا تصور فرانسیسی جینیاتی سائنس دان رائل نے متعارف

کرایا، جس کا دعویٰ ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) پیغمبر ہے۔ دنیا بھر میں اس کے 55 ہزار پیروکار ہیں۔ رائل کا دعویٰ ہے کہ کلوننگ کے ذریعے موروثی امراض کا خاتمہ ممکن ہے۔

انسانی کلوننگ گناہ کبیرہ ہے: علماء۔ کوئی ہرج نہیں: ڈاکٹر

لاہور (خاتون رپورٹر) انسانی کلوننگ سے متعلق جدید تحقیق پر علماء اور ڈاکٹر متضاد ردعمل کا اظہار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹروں کی اکثریت کلوننگ کو طبی سائنس میں ترقی کی جانب اہم قدم قرار دے رہی ہے جبکہ علماء نے اسے غیر اسلامی عمل قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر فرید ظفر نے "انقلاب" سروے میں کہا کہ اسلام ایک سائنس ہے، حضرت حوا اور آدم کی تخلیق بھی کلوننگ سے ہوئی، ان کے بھی کوئی والدین نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جب کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھ جائے گا تب قیامت آجائے گی اور شاید یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔ مفتی خان محمد قادری نے کہا کہ کلوننگ سے بچہ پیدا کرنا غیر اسلامی عمل ہے۔ ڈاکٹر مریم ملک اور ڈاکٹر نعمان احمد نے کہا کہ کلوننگ کو اگر صحیح استعمال میں لایا جائے تو یہ ریسرچ بہترین ہے اور اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے تو پوری دنیا میں بگاڑ پیدا ہوگا۔ مولانا خلیل الرحمان حقانی نے کہا کہ کلوننگ سے پیدا ہونے والا بچہ ناجائز ہے۔ ڈاکٹر فردوس عاشق نے کہا کہ ایسی تحقیق انسانیت کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔

کلوننگ انسانی وقار کی توہین ہے: اقوام متحدہ۔ تصور ہی ناپاک ہے: فرانسیسی صدر۔ پابندی عائد کی جائے: جامعہ الازہر

واشنگٹن (فارن ڈیسک) متعدد عالمی سیاسی لیڈروں نے انسانی کلوننگ کے اعلان کی مذمت کی ہے۔ فرانس کے صدر شیراک نے کہا کہ یہ تصور تک ناپاک ہے۔ وائٹ ہاؤس کے ایک ترجمان نے کہا کہ صدر بش انسانی کلوننگ کے مخالف ہیں۔ انسانی کلوننگ پر عالمی پابندی کی کوشش کرنے والی اقوام متحدہ کی کمیٹی کے صدر پیٹر ٹامکا نے کہا کہ یہ خبر انسانی وقار کی توہین ہے۔ مصر کی جامعہ الازہر کی انتظامیہ نے متفقہ طور پر قرار دیا ہے کہ اسلام میں کلوننگ کی اجازت نہیں، اس پر فی الفور پابندی عائد کی جائے۔

کلوننگ بچے کی پیدائش غیر شرعی ہے: علماء

لاہور (خبر نگار خصوصی) پہلے کلونڈ بچے کو مذہبی رہنماؤں نے ناجائز اور غیر شرعی قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ کلوننگ کے ذریعے پیدائش خالق کائنات کے مقرر کردہ عمل پیدائش سے مختلف ہے، چونکہ یہ تخلیق کا قدرتی عمل نہیں اس لئے ایسا بچہ شرعاً ناجائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر عورت کے اپنے شوہر سے ہی سیل لے کر بچے کی پیدائش ہوتی تو اس حوالہ سے رائے مختلف ہوسکتی ہے۔ علامہ زبیر احمد ظہیر نے کہا کہ کلوننگ کے ذریعے انسان کی پیدائش فتنہ ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی

Marfat.com

فطرت کے ساتھ جنگ کی گئی نقصان ہی ہوا۔

کلونڈ بچی گھر واپس آ رہی ہے: کلوننگ کمپنی کا اعلان

واشنگٹن (اے ایف پی) دنیا میں پہلی انسانی کلوننگ کرنے والی کمپنی نے بتایا ہے کہ کلونڈ بچی "حوا" کو گھر واپس لایا جا رہا ہے لیکن اس کی منزل امریکہ نہیں۔ کلوننگ کمپنی کی سربراہ برجیٹ بوائزلر نے بتایا کہ مجھے نہیں معلوم یہ خبر کس نے اڑائی ہے کہ "حوا" کو امریکہ لایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچی 3 دن میں گھر پہنچے گی، تاہم اس کے والدین امریکی نہیں۔ قبل ازیں امریکی میڈیا نے کہا تھا کہ "حوا" کو امریکہ لایا جائے گا جو اس کا گھر ہے، جس سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کلوننگ سے پیدا بچی کو امریکی حدود میں داخل ہونے کی اجازت اور امیگریشن کاغذات نہیں ملیں گے کیونکہ امریکہ نے کلوننگ پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔

کلوننگ شرعاً درست اور انسانی علم و تحقیق کا کرشمہ ہے: مفتی عبدالقوی

ملتان (سٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین اور مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پاکستان کے رکن مفتی عبدالقوی نے کہا کہ کلوننگ کا عمل تخلیقی عمل میں جو حسن و نکھار پیدا کر رہا ہے، وہ شرعاً درست ہے۔ انہوں نے کہا کہ صرف یہ کہہ کر کلوننگ کو اسلام میں حرام قرار دینا کہ یہ نئی ایجاد ہے اور اس سے انسان کے رسم و رواج پر منفی اثرات مرتب ہوں گے، درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم اور تحقیق کا حکم دیا ہے اور رہتی دنیا تک انسان کی جانب سے تحقیق جاری رہے گی۔

ابھی تو ابتدا ہے، جنوری میں مزید بچوں کی کلوننگ ہو گی: فرانسیسی سائنسدان

ہالی وڈ (اے ایف پی) کے حامی متنازعہ فرقے رلیین کمپنی کی سربراہ برجیٹ بوائزلر نے کہا ہے کہ ابھی تک یہ راز فاش ہوا ہے کہ کلوننگ کے ذریعے دوسرے بچے کی پیدائش شمالی یورپ کے کسی ملک میں جنوری کے تیسرے ہفتے متوقع ہے اور اس کے بعد بھی جلد ہی تین مزید بچے پیدا ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ مستقبل قریب میں پیدا ہونے والے بچے ماضی میں وفات پانے والے ان بچوں کی کاپی ہوں گے جن کے خلیے سنبھال کر رکھے گئے تھے۔ بوائزلر نے دعویٰ کیا ہے کہ کلوننگ کے ذریعے پیدا ہونے والے بچوں میں بیماریوں اور ان کے معذور ہونے کے بارے میں امکانات کے دلائل بے ہودہ ہیں۔ آئندہ سال جنوری میں تین بچوں میں دو ایشیا اور ایک شمالی امریکہ میں پیدا ہوں گے اور یہ تو ابھی کلونڈ انسان کی پیدائش کی ابتدا ہے کیونکہ جنوری میں مزید 20 بچوں کی کلوننگ کی جا رہی ہے اور کلوناٹیڈ کمپنی ہر براعظم میں اپنی شاخیں کھولے گی۔ ادھر ان کی ایک متنازعہ ڈاکٹر سیورینو ایلاتی نوری نے اعلان کیا ہے کہ کلوننگ کی تکنیک سے پہلے انسانی بچے کی ولادت اگلے سال جنوری میں متوقع ہے۔ ڈاکٹر سیورینو نے بتایا کہ تین بانجھ عورتیں ان کے زیر علاج ہیں جو ان کے اگلے درجے میں ہیں۔

کلوننگ کا تصور ناپاک ہے: فرانسیسی صدر

لندن (ریڈیو رپورٹ) متعدد سیاسی لیڈروں نے انسانی کلوننگ کے اعلان کی مذمت کی ہے۔ فرانس کے صدر شیراک نے کہا کہ یہ تصور تک ناپاک ہے، وائٹ ہاؤس کے ایک ترجمان نے کہا کہ صدر بش انسانی کلوننگ کے مخالف ہیں۔ انسانی کلوننگ پر عالمی پابندی کی کوشش کرنے والی اقوام متحدہ کی کمیٹی کے صدر پیٹر ٹامکا نے کہا کہ یہ خبر انسانی وقار کی توہین ہے۔

انسانی کلوننگ پر دنیا بھر کے مسلم سکالر گومگو کی کیفیت کا شکار ہیں:

قاہرہ (اے ایف پی) کلوننگ کے ذریعے پہلی انسانی بچی کی پیدائش کے اعلان کے بعد مسلم ممالک کے علماء میں اس عمل کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کے بارے میں بحث چھڑ گئی ہے۔ لبنان کے ایک مشہور شیعہ عالم آیت اللہ محمد حسین فضل اللہ کا کہنا ہے کہ ہمیں اس سے قبل ایسی کوئی مثال نہیں ملتی، اس لئے کوئی مذہبی موقف بھی موجود نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسے مکمل طور پر غلط یا درست نہیں کہہ سکتے۔ اس کا انحصار کلوننگ کے استعمال پر ہے۔ اگر یہ انسانیت کے مفاد میں ہے تو درست ہے اور اس کی اجازت ہونی چاہیے وگرنہ اس پر پابندی عائد کی جائے اور اس بات کا فیصلہ سائنس دان کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ کلوننگ خدائی اختیارات کے لیے کوئی چیلنج نہیں کیونکہ انسان وہی کیمیائی اور جینیاتی عمل استعمال کر رہا ہے جو اللہ نے انسانی جسم میں پیدا کیے۔ کلوننگ کو نیک مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اس سے کٹے ہوئے اعضاء دوبارہ بنائے جا سکتے ہیں۔ دوسری جانب اس سے عجیب الخلقت اور اخلاقی انحطاط کی شکار بلائیں بھی پیدا کی جا سکتی ہیں۔ مصر کے عالم شیخ یوسف القردوی نے کہا کہ اسلام کلوننگ کو پابند کرتا ہے کیونکہ یہ تخلیق کے تنوع کے متضاد ہے، اللہ نے کائنات تنوع کی بنیاد پر بنائی ہے اور کلوننگ سے یہ تنوع ختم ہو جائے گی جو انسان کے ساتھ بڑی زیادتی ہو گی۔ دریں اثناء مصر کی جامع الازہر نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ اسلام میں کلوننگ کی اجازت نہیں ہے۔

کلون بچی کی پیدائش کا دعویٰ غیر انسانی اور اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے، ویٹیکن

ویٹیکن سٹی (اے ایف پی) رومن کیتھولک چرچ نے پہلی کلون بچی کی پیدائش کے مبینہ دعوے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ خبر بیمار ذہن کی عکاس، اخلاقی اصولوں کے خلاف اور غیر انسانی ہے۔ ویٹیکن سٹی کے ترجمان نے کہا کہ بغیر کسی ثبوت کے اعلان کیا گیا اور اس خبر پر سائنسی کمیونٹی کی جانب سے شکوک و شبہات کا اظہار اور اس کی مذمت کی جا رہی ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور 28، 29، 31 دسمبر 2002ء)

بحوالہ:
(روزنامہ انقلاب لاہور 29 دسمبر 2002ء، یکم جنوری 2003ء)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

کتابیات

(BIBLIOGRAPHY)

"قرآن کے جدید سائنسی انکشافات" کے علاوہ آپ مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بھی فرما سکتے ہیں۔

1. Hans Küng, Does God Exist? (An answer for today) Original in German, translated by Edward Quinn Published by Doubleday and Company Inc/Garden city, New York, 1980. (English translation copy right, 1978, 79, 80).
2. Maulana Wahiduddin Khan, "God Arises" Evidence of God in nature and in science by The Islamic Centre, New Dehli 1987, 1995.
3. Ahmad Mahmud Soliman, Scientific Trends in the Quran, Published by Ta-Ha Publishers Ltd. I, Wynne Road, London, S.W. 9, 1985.
4. M. M. Qureshi & et al: Quranic Ayaat Containing Reference to Science and Technology, Sh. Sirri Welfare & Cultural Trust, Pakistan Science Foundation Al-Markaz, F-7, Islamabad, Pakistan.
5. Dr. Haluk Nurbaki, Verses from the Glorious Koran and the facts of Science, Translated by Metin Beynam, Turkish Foundation for Religion Publication, Printing and Trade Service, 1983. Ankora, Turkey, 1983.
6. Alan Isaas, The Sürvival of God in the Scientific Age. Penguin Books Ltd., Harmondsworth, Middlesex, England, 1966.
7. Majid Ali Khan, Islam on Origin & Evolution of Life by Idarah-I-Adablyat-I-Delhi 2009, Qasimjan St. Dehli, India, 1970, 78.
8. Maurice Bucaille, What is the Origin of Man? (The answers of Science and the Holy Scriptures). Translated from the French by Alastair D. Pannel and the Author, A. S. Noordeen P. O. Box 10066. 50704 Kuala Lumpur, Malaysia, 1989.

Marfat.com

9. Maurice Bucalle. The Bible, The Quran and Science, Translated from the French by Alastair D. Pannel and the author, Seghers 3 Rule Falguie, 75725 Paris, Cadex 15, 1977.
10. Muhammad Abdul Quddus, The Quranic Idea of Evolution, published by the author Muhammad Abdul Quddus, 76/A, Hyderabad Colony Karachi-5 (W. Pakistan), 1971.
11. Edward A. White, Science and Religion in American Thought (The Impact of Naturalism), Published by Stanford University Press, Stanford California, London: Geoffry Cumberlege, Oxford University Press, 1952
12. Abdul Karim Chippa, Beauty and Wisdom of The Holy Quran, Published by Sufi Textile Printing Mills Ltd., D-54, S.I.T.E. Mauripur Road, Karachi, 1962, 1964.
13. J. Arthur Thomson, Science and Religion, 3rd ed. Methuen & Co. Ltd., 36 Essex Street W. C. London, 1925, 1927.
14. Kenneth Walker, "Meaning and Purpose" Penguin Books, Harmondsworth, Middlesex, 1944, 1950.
15. M. H. J. Th. Vander Veer and P Moerman, "Hidden Worlds", (Fresh dues to the Past), British Edition Published by Souvenir Press, Ltd., 1974 Bantam edition/June 1975.
16. Fred Hoyle, The Nature of the Universe, Penguin Books Ltd., Harmondsworth, Middlesex, England, 1950, 1960, 63, 65.
17. Abdullah Yusuf Ali, The Meaning of The Holy Quran, (New Edition with Revised Translation and Commentary) Amana Corporation Brentwood, Maryland, U.S.A. 1991.
18. Fazal Karim, "The Ultimate Fate of the Sun, Quest Vol. VI, 96, A Research Journal of the Department of Philosophy, G. C. Lahore Pakistan.
19. Fazal Karim "Science and the Supernatural" Al-Haikmat - A Research Journal of the Department of Philosophy, University of the Punjab, Lahore, December, 1993.
20. Fazal Karim "The Known Forces of Nature and the Concept of God", Al-Hikmat, - A Research Journal of the Department of Philosophy, University of the Punjab,

Marfat.com

Lahore, December 1994.

21. J. Brierley, "Studies of Soul", James Clarke & Co. 13 8.14 Street London, 6th edition, 1903.
22. M.A Albar (Dr), Human Development (As revealed in the Holy Quran and Hadith, Saudi Publishing and Distributing House, 2nd edition, 1989.

(23) فضل کریم، کائنات اور اس کا انجام۔ طبع پنجم، جنگ پبلشرز 13۔ سرآغاز خاں روڈ لاہور، جون 1998ء۔

(24) فضل کریم، دھاتیں قدیم و جدید اور ان کے استعمالات۔ فیروز سنز لاہور، 2002ء۔

(25) مولانا حافظ خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، مولانا حافظ مرغوب احمد صاحب توفیق حاجی عبدالواحد صاحب، حافظ نذر احمد صاحب، درس قرآن (سات جلدوں میں) ادارہ اصلاح و تبلیغ آسٹریلین بلڈنگز، 106 میکلوڈ روڈ، لاہور۔

(26) ڈاکٹر سید عبداللہ، مسائل اقبالؒ، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، 1987ء۔

(27) مولانا محمد شہاب الدین ندوی، تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء۔ المکتبہ الاشرفیہ جامعہ اشرفیہ، فیروز پورہ روڈ، لاہور 1987ء۔

(28) نباتاتِ قرآن۔ ایک سائنسی جائزہ از اقتدار فاروقی (لکھنؤ، انڈیا) ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی، صابری برادرز پبلشرز پہلی منزل این میڈیسن مارکیٹ چوک، اردو بازار، لاہور صابری بک سنٹر بسطامی روڈ سمن آباد، لاہور 1996ء۔

(29) تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، بزم اقبال، کلب روڈ لاہور (حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کے انگریزی خطبات کا اردو ترجمہ) طبع چہارم نومبر 1994ء۔

(30) عبدالکریم بی۔ آزاد شیرازی قرآن و طبیعت (فارسی میں) گذشتہ و آئندہ جہان چاپ دوم آدرس مکانباتی مژان صندوق پست 134-33

(31) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، القرآن الحکیم مترجم تاج کمپنی لمیٹڈ ناشران قرآن مجید، لاہور۔ کراچی۔ ڈھاکہ

(32) ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (جلد اول)، مکتبہ تعمیر انسانیت اندرون موچی دروازہ، لاہور ایڈیشن ہشتم نومبر 1970ء

Marfat.com

Page No 187, 99

(33) علامہ سید شبیر بخاری، الاختصار البیان فے مانی القرآن، مخدوم جہانیاں اکیڈمی 532 جہاں زیب بلاک علامہ اقبال ٹاون، لاہور 1996ء۔

(34) فضل کریم، قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز لاہور۔ 1999ء/ 2001ء

(35) علامہ اقبال، 'کلیات اقبال' (اردو) اقبال اکادمی پاکستان، لاہور 1995ء

(36) علامہ اقبال، ارمغانِ حجاز (فارسی)، تسہیل ارمغان حجاز طاہر شادانی، ضیاء محمد ضیاء اقبال اکادمی پاکستان، لاہور 1997ء

(37) صدسالہ نمبر کریسنٹ 1892ء تا 1992ء صفحہ 138 مجلّہ گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور، 1992ء

(38) بائبل (اردو اور انگریزی)۔ بائبل سوسائٹی انارکلی، لاہور۔

(39) ہمدرد صحت ماہ نامہ فروری 1972ء کراچی صفحہ 21 "نیند پر جدید تحقیقات۔"

(40) سید ممتاز علی لاہوری، تفصیل البیان فی مقاصد القرآن، کتاب بدالخلق دارالاشاعت پنجاب لاہور 1351ھ (1930ء)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

کتاب کے سرورق پر دوبارہ نظر ڈالیے:

1- یورپ کے ملک ناروے کے شمالی علاقے میں 13 مئی اور 31 جولائی کے درمیان (23 جون تا 7 جولائی) یعنی تقریباً 14 دن تک سورج غروب نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ ان ایام میں یہاں آدھی رات کو بھی سورج دیکھ سکتے ہیں۔ اس تصویر میں آدھی رات (12 بجے) کا سورج دکھایا گیا ہے۔

2- انسانی ڈی این اے کی ساخت کا ایک نمونہ

3- اینڈرومیڈا (Andromeda) کہکشاں جو ہم سے 20 لاکھ نوری سال کے فاصلے پر ہے اور ہماری کہکشاں (Milkyway) کی جڑواں ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

قرآن کے جدید سائنسی انکشافات

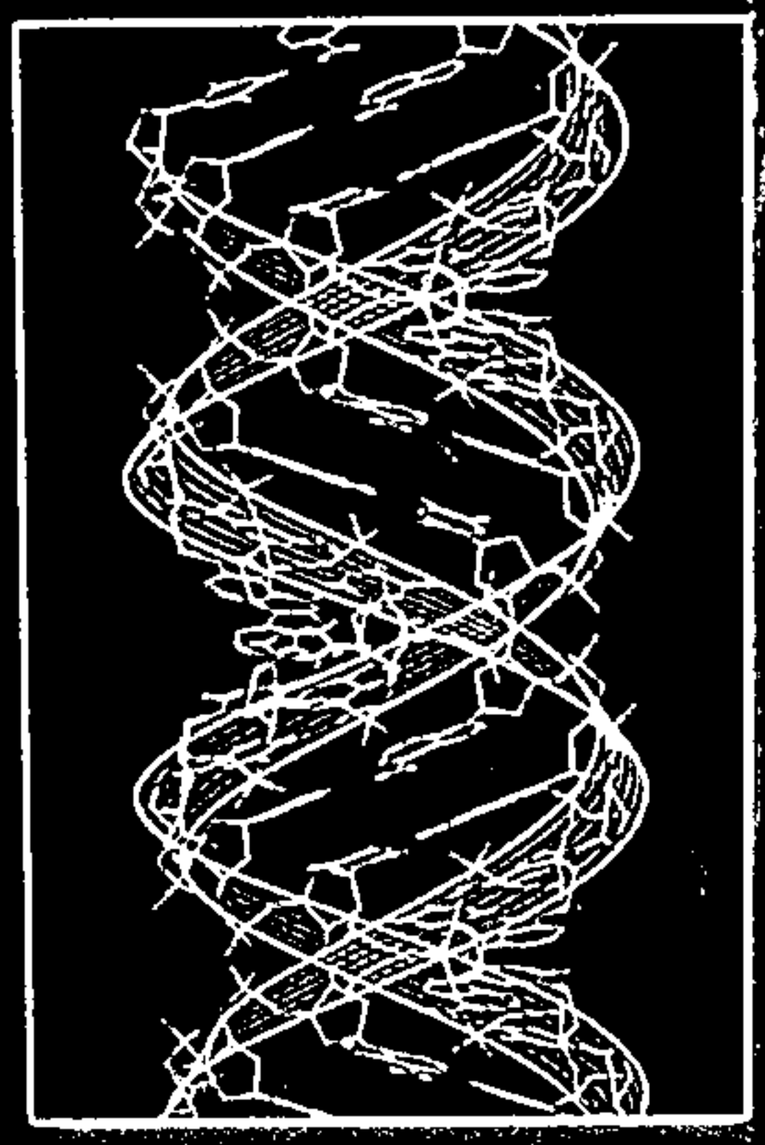

پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

Marfat.com